ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

اکتوبر 2014ء

Masjid Baitul Islam, Maple

Masjid Baitur Rahman, Vancouver

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی ماہنامہ مجلّہ

اکتوبر 2014ء جلد نمبر 43 شمارہ 10

فہرست مضامین

☆	قرآن مجید	2
☆	حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
☆	ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
☆	خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	4
☆	تقریر جلسہ سالانہ کینیڈا 2014ء : حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنی نوع انسان سے محبت ازمکرم مولانا حافظ عطاء الوہاب صاحب	5
☆	تحریک جدید کی اہمیت اور اغراض ومقاصد ازمکرم مولانا طاہر محمود احمد صاحب	12
☆	انبیاء اور ان کی جماعتوں پر ابتلاء اور ان کی مخالفت کی وجوہات ازمکرم مولانا آصف احمد خاں صاحب	15
☆	28 مئی 2010ء کے واقعۂ لاہور کے نتائج ازمکرم جمیل احمد بٹ صاحب	18
☆	میرا گھر میری جنت	22
☆	عائلی تنازعات کی وجوہات اور ان کا حل ازمکرم ایاز احمد ایاز صاحب	25
☆	ٹورانٹو میں عیدالفطر کی تقریبات ازمحمد اکرم یوسف	28
☆	بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	32
☆	تصاویر: بشیر ناصر، اسد سعید، عطاء القدوس طاہر، خلیق احمد اور بعض دوسرے	

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

نگران

ملک لال خاں

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

پروفیسر ہادی علی چوہدری

اعزازی مدیر

حسن محمد خان عارفؔ

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

آصف منہاس، مسعود ناصر، فوزیہ بٹ

تزئین وزیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

قرآن مجید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۝

(سورۃ البقرۃ 262:2)

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو۔ ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حدیث النبی ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنۡ خُرَیۡمِ بۡنِ فَاتِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: مَنۡ اَنۡفَقَ نَفَقَۃً فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کُتِبَ لَہٗ سَبۡعُمِائَۃِ ضِعۡفٍ۔

(سنن ترمذی ۔ باب فضل النفقۃ فی سبیل اللّٰہ بحوالہ حدیقۃ الصالحین ، صفحہ 697)

738۔ حضرت خریم بن فاتکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے۔ اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

عَنۡ سَعۡدِ بۡنِ اَبِیۡ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّہٗ اَخۡبَرَہٗ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّکَ لَنۡ تُنۡفِقَ نَفَقَۃً تَبۡتَغِیۡ بِھَا وَجۡہَ اللّٰہِ اِلَّا اُجِرۡتَ عَلَیۡھَا حَتّٰی مَا تَجۡعَلُ فِیۡ فَمِ امۡرَأَتِکَ۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الایمان ، باب انما الاعمال بالنیۃ بحوالہ حدیقۃ الصالحین، صفحہ 698)

739۔ حضرت سعد بن وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی رضا کی خاطر جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس نیت سے اپنی بیوی کے منہ میں بھی ایک لقمہ ڈالو گے تو اس کا بھی اجر ملے گا۔

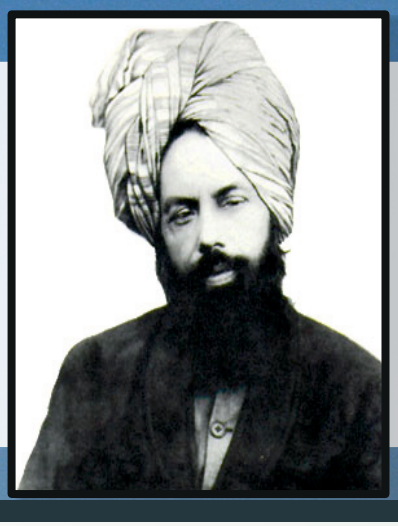

ارشادات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہو جاتی

خدا کی راہ میں جو لوگ مال خرچ کرتے ہیں اُن کے مالوں میں خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایک دانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اس میں سے سات (۷) خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ میں سو (۱۰۰) دانے پیدا کر سکتا ہے یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا یہ خدا کی قدرت میں داخل ہے اور درحقیقت ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہیں۔ اور اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہو جاتی اور ایک جاندار بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا۔

(چشمہ معرفت، دوسرا حصہ۔ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 170-171)

فرمایا: علم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق ثبات دکھاتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل وقال سے کچھ نہیں بنتا، جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جاوے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 155)

خطبہ جمعہ

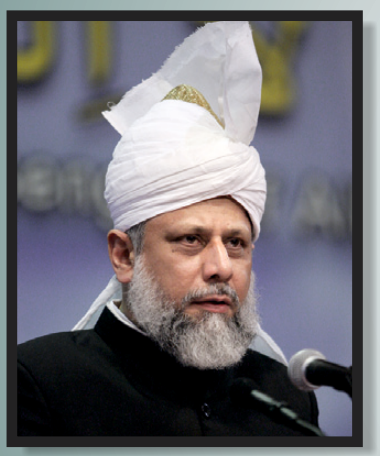

افراد جماعت کو حقیقی عابد بننے، لغو باتوں سے اعراض کرنے، اعلیٰ اخلاق اپنانے اور نیک نمونے قائم کرنے کی تلقین

ہمیں عفو و درگزر، صبر، حوصلہ اور بُردباری کا وصف اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے

عہدیداران انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے معاملات کے فیصلے کریں اور لوگوں سے نرمی اور ملاطفت کے ساتھ پیش آئیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 / اکتوبر 2014ء بمقام الفتوح مورڈن لندن کا خلاصہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کو عابد بننے اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ کیوں کہ ان کے بغیر ایک ایمان کا دعویٰ کرنے والا مومن نہیں کہلا سکتا، جہاں مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ عبادت کرنے والا ہو، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لغو باتوں سے اعراض کرنے والا ہو، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص مومن بھی ہو اور پھر اس سے بداخلاقیاں بھی سرزد ہو رہی ہوں۔ فرمایا کہ بداخلاق انسان اس وقت ہوتا ہے جب اس میں تکبر ہو۔ اسی لئے رحمان خدا کے بندوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ زمین پر نہایت عاجزی سے چلنے والے ہیں اور جس انسان میں عاجزی ہو، وہ نہ صرف جھگڑوں اور فسادوں سے بچتا ہے، صلح جوئی کی طرف رجحان رکھتا ہے بلکہ دوسرے اعلیٰ اخلاق بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ گویا حقیقی مومن عابد اور عاجز ہوتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو خاص طور پر کوشش کرنی چاہئے کہ نوجونوں میں نمازوں کی پابندی کی عادت ڈالیں اس عمر میں صحت ہوتی ہے اور عبادتوں کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اعلیٰ اخلاق رکھنے والوں کا ایک بڑا وصف سچائی کا اظہار ہے اور سچائی پر قائم رہنا ہے۔ ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ جھوٹ کے قریب بھی نہ پھٹکے بلکہ جھوٹ سے انتہائی نفرت ہو۔ پھر اخلاق کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور اچھے طریق سے پیش آؤ۔ فرمایا کہ جماعت کے ہر فرد کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اخلاق اور انسانیت کا معیار بنیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنی اناؤں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہئے، ہمیں چاہئے کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غصہ کو دباؤ، حسن اخلاق سے پیش آؤ، اپنی غلطیوں پر ضد نہ کرو، بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور اخلاق کا نمونہ نہیں دکھاتا تو پھر وہ خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا نہیں کرسکتا۔ ایسے لوگوں کی نمازیں اور عبادتیں بھی عبث ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے۔ مرد کو چاہئے کہ قویٰ کو برمحل اور حلال موقع پر استعمال کرے۔ مومن وہ ہیں جو غصہ کو دباتے اور لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر سے پیش آتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات اور ارشادات میں متواتر فرمایا ہے کہ جذبات کو اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔ اس میں عام احمدی بھی اور تمام عہدیداران بھی شامل ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو۔ حضور انور نے عہدیداران کو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے فیصلے کرنے اور لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کے ساتھ سلوک کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ افراد جماعت میں سے اگر کسی کو کوئی سزا یا تعزیر ہوتی ہے تو بڑے دکھ کے ساتھ یہ سزا دی جاتی ہے لیکن جس دن میری ڈاک میں نظارت امور عامہ یا امراء ممالک کی طرف سے کسی کی معافی کی سفارش ہوتی ہے تو وہ دن میرے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا، تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیوں کہ شریر وہ انسان ہے جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں، وہ کاٹا جائے گا کیوں کہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق احمدی معاشرے میں بھی غلط حرکات اور بداخلاقی کو روکنے، اس کو ختم کرنے اور اس کو برا سمجھنے اور برا ماننے کا احساس پیدا کرنا چاہئے۔ کسی ظالم کا ہمیں ساتھ نہیں دینا چاہئے۔

اللہ کرے کہ ہم عبادتوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کے نمونے بھی قائم کرنے اور کروانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی نفسانیت سے بچائے۔

حضور انور نے آخر پر مکرمہ آسیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم آف گوجرانوالہ حال مقیم یوکے کی وفات پر مرحومہ کا ذکر خیر کیا اور نماز جنازہ حاضر پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 14 اکتوبر 2014ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنی نوع انسان سے محبت

مکرم مولانا حافظ عطاء الوہاب صاحب، پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کے اڑتیسویں جلسہ سالانہ کے موقع پر بروز ہفتہ مورخہ 21 جون 2014ء پہلے اجلاس کی صدارت مکرم عبدالعزیز خلیفہ صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے کی۔ اس اجلاس کی تیسری تقریر مکرم مولانا حافظ عطاء الوہاب صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا کی تھی۔ آپ نے 'حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنی نوع انسان سے محبت' کے موضوع پر انٹرنیشنل سینٹر میں علمی تقریر کی جسے افادہ عام کے لئے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(ایڈیٹر)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

(سورۃ النحل 91:16)

ترجمہ: خدا کا حکم یہ ہے کہ تم عام لوگوں کے ساتھ عدل کرو اور اِس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم احسان کرو اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم بنی نوع سے ایسی ہمدردی بجالاؤ جیسا کہ ایک قریبی کو اپنے قریبی کے ساتھ ہوتی ہے۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب۔ روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 43-44)

خدائے رحمٰن و رحیم نے جہاں انسان کی جسمانی نگہداشت کے لئے اسے ماں باپ جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے اور ان کے دل میں اولاد کی ایسی محبت ڈالی جس کے نتیجہ میں وہ اولاد کی بھلائی کے لئے ہر تکلیف اٹھانے اور ہر قربانی کرنے کے لئے بخوشی تیار ہو جاتے ہیں اسی خدا نے انسان کی روحانی نشوونما کے لئے بھی اپنے مامورین اور مرسلین کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ وجود بھی انسانیت کے لئے مثل باپ اور ماں کے تھے بلکہ درحقیقت اِن کے دل میں انسانیت کی ہمدردی اور محبت کا جو جوش تھا اس کے بالمقابل والدین کی اولاد کے لئے محبت بھی حقیر نظر آتی ہے، کیونکہ یہ محبت کسی جسمانی تعلق کی بنا پر نہ تھی بلکہ اِن وجودوں کے اپنے خالق کے ساتھ پیار اور محبت کے گہرے تعلق کے نتیجہ میں اس کی مخلوق کے ساتھ محبت کی صورت میں وجود پذیر ہوئی۔ اور مخلوق کو اِس قوت کے ساتھ اپنی جانب کھینچا کہ وہ دیگر تمام جسمانی تعلقات کو قطع کر کے روحانی پرندوں کی مانند اپنے اپنے وقت کے ابراہیم کی گود میں آ گرے۔ اِس روحانی ابوّت کا سلسلہ بالآخر خاتم الانبیا، فخر الموجودات ﷺ کے ذریعہ اپنے منتہٰی کو پہنچا جسے رحمۃ للعلمین کے لقب سے نوازا گیا۔ یہ وہی وجود تھا جس نے دکھی انسانیت کے لئے وہ جوش اور درد دل میں بسایا کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی کیفیت کے بارہ میں فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○

(سورۃ الشعرا 4:26)

ترجمہ: کیا تو اپنی جان کو اِس (غم) سے ہلاک کر لے گا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

پھر اِس دور میں خدائے رحیم نے ایک بار پھر اِس خاتم الانبیا وجود کی صفات کا مکمل جامہ پہنا کر انسانیت کی مسیحائی کے لئے آخرین میں سے ایک وجود کو خاتم الاولیا کے مقام پر فائز فرمایا۔ اور اسے بھی اپنے آقاؐ کی کامل متابعت کے نتیجہ میں اِن پیارے الفاظ سے مخاطب کیا۔

تلطف بالناسِ و ترحم عليهم

(براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 605)

ترجمہ: یعنی تو لوگوں کے ساتھ رحم اور لطف کیساتھ پیش آ۔

يا احمد فاضتِ الرحمة على شفتيک

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 267)

ترجمہ: اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی ہے۔

وما ارسلنک اِلا رحمة اِللعلمين

(براہین احمدیہ حصہ چہارم۔ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 603)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ کو تمام دنیا پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

پس اِس خاتم الاولیاء اور مسیح آخر الزمان کے وجود میں بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی کے جذبہ کا اپنے کمال تک پایا جانا نہ صرف آپ کی سیرت کے اس حسین پہلو پر روشنی ڈالنے والا ہے بلکہ آپ کے من جانب اللہ ہونے کی بھی بہت بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ مخلوق کی غم خواری اور ہمدردی کا تعلق تبھی انتہا کو پہنچ سکتا ہے اگر خالق سے محبت اور پیار کا ایسا گہرا رشتہ ہو کہ تمام مخلوق گویا اس کی عیال دِکھائی دے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوقِ خدا سے اپنی ہمدردی کے جذبات کا اظہار اپنے فارسی کلام میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں۔

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشان ست
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم

ترجمہ: میری جان و دل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ مجھے نہ اپنے دل کی خبر ہے اور نہ اپنی جان کا ہوش ہے۔

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوقِ خدا دارم
ازیں درلذتم کز دردمے خیزد زدل آہم

ترجمہ: میں تو اس محض اس پر خوش ہوں کہ مخلوقِ خدا کا غم رکھتا ہوں اور اس کے درد کے باعث میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے اس میں مگن ہوں۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

ترجمہ: میرا مقصود و مطلوب اور میری خواہش خدمتِ خلق ہے یہی میرا کام ہے یہی میری ذمہ داری ہے۔ یہی میرا فریضہ ہے اور طریقہ ہے۔

نہ من از خود نہم در کوچہ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بہ جبر و زور و اکراہم

ترجمہ: میں نے اپنی خواہش سے پند و نصیحت کے کوچہ میں قدم نہیں رکھا بلکہ مخلوق کی ہمدردی زبردستی مجھے کھینچے لئے جارہی ہے

غم خلق خدا صرف از زباں خوردن چہ کار ست ایں
گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذرمے خواہم

ترجمہ: صرف زبان سے خلقِ خدا کا غم کھانے کا کیا فائدہ اگر اس بات کے لئے سو جانیں بھی فدا کروں تب بھی معذرت کرتا ہوں۔

چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم
خدا بروے فرود آرد دعا ہائے سحر گاہم

جب دنیا کی تاریکی کو دیکھتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اس پر میری پچھلی رات کی دعاؤں کی قبولیت نازل کرے۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 73-74)

جیسا کہ آپ نے فرمایا یہ صرف زبان سے دعویٰ نہیں بلکہ آپ کی عملی زندگی کا لمحہ لمحہ اِس بات کی سچائی کا گواہ ہے۔

ماموریت سے قبل جب کہ آپ اپنی جوانی کے بیشتر اوقات گوشہ تنہائی میں اپنے محبوبِ حقیقی خدا کی یاد میں گزارتے اس وقت بھی آپ کا دل بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی میں اِسی طرح پگھلتا جس کا اظہار اپنی ایک ابتدائی زمانہ کی تحریر میں یوں فرماتے ہیں:

المساجد مکانی والصالحون اخوانی
و ذِکر اللہ مالی و خلق اللہ عیالی

ترجمہ: میرا مکان مسجدیں ہیں اور صالحین میرے بھائی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر میرا مال و دولت ہے اور اس کی مخلوق میرا کنبہ

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 419)

یہ اس دور میں آپ کے دل کی کیفیت کا عالم تھا جب کہ آپ کے وجود کو کوئی نہ جانتا تھا۔

دعویٰ سے قبل آپ کے سیالکوٹ میں قیام کے دوران آپ کو کافی معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ آپ کا خاندان ہر لحاظ سے دولت اور وجاہت رکھتا تھا لیکن چونکہ آپ کو سوال کی عادت نہ تھی اس لئے اکثر اوقات آپ کی روزمرہ کی ضروریات کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوتی۔ تاہم باوجود تنگی اور عسرت کے مخلوقِ خدا سے سچی ہمدردی کے باعث آپ کی فراخدلی اور فیاضی کی شان کا اکثر اظہار ہو جاتا تھا۔

''مرزا اسماعیل بیگ صاحب جنہوں نے بچپن سے آپ کے آخری عہد زندگی تک خدمت کی کہتے ہیں کہ میں گھر سے سات روٹیاں لایا کرتا تھا۔ چار آپ کے لئے اور تین اپنے لئے۔ ان چار میں سے آپ کے حصہ میں ایک روٹی بھی نہیں آیا کرتی تھی۔

مرزا معیت صاحب کے دو بیٹے عنایت بیگ اور ولایت بیگ تھے ان میں سے ولایت بیگ سگِ دیوانہ کے کاٹنے سے مر گیا تھا۔ کھانے کے وقت عین وقت پر عنایت بیگ آتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ حضرت کا طریق تھا کہ ہمیشہ دروازہ بند کر کے رکھا کرتے تھے۔ اور میں کھول دیتا۔ تو آپ ایک روٹی اور دو بوٹیاں اس کو دے دیتے تھے اور وہ وہیں بیٹھ کر کھا لیتا۔ حضرت کھانے میں دیر کرتے۔ پھر وہ چلا جاتا اور میں دروازہ بند کر دیتا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دستک ہوتی اور میں دروازہ پر جاتا تو حسینا کشمیری موجود ہوتا۔ اس کو اندر آنے کی اجازت ملتی۔ ایک روٹی اور ایک بوٹی اسے دی جاتی اور وہ بھی وہاں ہی بیٹھ کر کھا کر چلا جاتا۔ پھر اس کے بعد جمال کشمیری آ جاتا۔ اسے بھی ملتی تھی۔ پھر حافظ معین الدین آتا اسے ملتی۔ اور اس طرح آپ اپنا سارا کھانا دے دیتے اور خود تھوڑا سا شوربا پی لیتے۔ میں ہر چند اصرار کرتا مگر میری روٹی میں سے نہ کھاتے اور وہ مجھے دے دیتے میرے اصرار پر بھی گھر سے اور روٹی نہ منگواتے اور نہ میری روٹی میں سے کھاتے کبھی اگر میں ایسی ضد کرتا کہ اگر آپ نہیں کھاتے تو میں بھی نہیں کھاتا۔ تو تھوڑی سی کھا لیتے۔ اور ایسا ہی شام کو ہوتا۔ البتہ شام کو ایک پیسہ کے چنے منگوا کر کچھ آپ چبا لیتے۔ گریاں میں آپ کو دے دیتا۔ باقی میں خود کھا لیتا۔ ایسا ہی کبھی چائے بنوا کر اور مصری ڈال کر پی لیتے۔''

(حیاتِ احمدؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، جلد اول، صفحہ 366)

اپنی ماضی کی کچھ ایسی ہی کیفیات کا اظہار ایک عربی شعر میں یوں فرماتے ہیں۔

لفاظات الموائدِ کان اکلی
وصِرت الیوم مِطعام الاھالِی

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 596)

ترجمہ: دسترخوانوں کا پس خوردہ میری خوراک تھا اور آج میں کئی گھرانوں کو کھلانے والا بن گیا ہوں۔

جب خدا تعالیٰ اپنی محبت میں فنا شدہ اِس وجود کو بھٹکی ہوئی انسانیت کی ہدایت کے لئے زمانے کا امام بنا کر کھڑا کرتا ہے تو خالق کے ساتھ مخلوق کی محبت کا یہ دریا جو آپ کے سینہ میں عرصہ سے موجزن تھا تمام تر بند توڑتا ہوا برسوں کی پیاسی اور افسردہ انسانیت کی آبیاری کا باعث بنتا ہے۔ کبھی تو یہ پانی قلم کی سیاہی میں ڈھل کر مردہ انسانیت کی مسیحائی کے کرشمے دکھاتا ہے اور کبھی رات کی سیاہی میں اِس وجود کی آنکھ کا پانی بن کر بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کی بھیک مانگتا ہے۔

دن چڑھتا ہے تو خدا کا یہ فرستادہ پھر ایک نئی آب و تاب سے بنی آدم کی خیر خواہی میں کمر بستہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ دن کے اوقات میں آپ کی ہمدردی کا نقشہ آپ کے نہایت قریبی صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اس طرح کھینچتے ہیں۔

''ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ نے دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا۔ اور جلد لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا۔ اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے اللہ! اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ ''یہ بھی ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آ جاتی ہیں اور فرمایا یہ ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہئے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 34-35)

تخلقو ا باخلاق اللہ پر عمل کرتے ہوئے آپ کی ربوبیت کا فیضان بھی بغیر کسی رنگ و نسل کی تفریق کے سب کے لئے عام تھا۔ چنانچہ بعض ہندو احباب جو ابتداء سے قادیان میں آپ کے ساتھ مقیم تھے باوجود مذہب اور عقیدہ کے اختلاف کے بِالخصوص آپ کی بے پناہ شفقتوں کے مورد بنتے رہے۔ اِن میں سے دو افراد لالہ شرمپت اور ملاوامل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ دعویٰ کے بعد باوجود اِن لوگوں کے انکار کے آپ مسلسل اِن کی دلجوئی فرماتے رہے۔ اِن کی ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ اِن میں سے کوئی اگر بیمار پڑتا تو علاج کے لئے خود ڈاکٹر مقرر فرماتے اور عیادت کے لئے بھی بلا ناغہ تشریف لے جاتے تاوقتیکہ وہ مرض دور ہو جاتی۔ مریض کی دلجوئی کی خاطر مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے اور تسلی دیتے کہ فکر نہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم اچھے ہو جاؤ گے۔

قادیان کے اِن آریوں میں سے حضرت مہر حامد صاحبؓ وہ پہلے شخص تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا

شرف حاصل ہوا۔ حضور کس طرح اِن کی خبر گیری فرماتے اِس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔

’’مہر حامد علی نہایت غریب مزاج تھا اس کا مکان فصیل قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفن ہوتا تھا۔ اور زمین دار آدمی تھے خود اس مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اسی قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمین دار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے بہرحال اسی جگہ وہ رہتا تھا وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی حضرت اقدس متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کو تشریف لے گئے جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لئے کہ فطرتی طور پر یہ وجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارۃً یا کنایۃً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپ کو اس عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔ آپ جب جاتے تو اس سے بہت اور دلجوئی کی باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔ مناسب موقعہ ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔

بعض ادویات جن کی ضرورت ہوتی اور کسی جگہ سے میسر نہ ہوتیں تو خود دے دیتے۔ غرض آپ نے متعدد مرتبہ مہر حامد مرحوم کی عیادت فرمائی۔ اگرچہ مہر صاحب فوت ہوگئے مگر ان کو جو تسلی اور اطمینان اور خوشی اس امر کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی عیادت کو آتے اور خبر گیری فرماتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے بعض وقت میں دیکھتا کہ سرور سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ وہ اپنے گھر کو اپنی حیثیت کو دیکھتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتا کہ آپ اپنی جماعت کو لے کر اس کی عیادت کے لئے آ رہے ہیں۔ اور اس کو الگ اور اس کی بیوی بچوں کو جو وہاں موجود ہوتے نہایت ہی پیارے الفاظ میں تسلی اور اطمینان دلاتے اور روبخدا رہنے کی وصیت فرماتے رہتے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 173:172)

معزز سامعین! یہ آپ کی محبت اور شفقت کا ہی جادو تھا جس نے بہتوں کو پہلی نظر میں ہی گھائل کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ ہمیشہ کے لئے اِس حسین وجود کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ جو قبولِ احمدیت کے بعد سالہا سال تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھاتے رہے اور ریویو آف ریلیجنز کے بھی ایڈیٹر رہے اپنے پہلی بار قادیان کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

’’1901ء میں سخت بیمار ہوگیا قریبا ایک سال سے زائد عرصہ تک ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کرنا پڑا لیکن مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوا ان دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کر رہا تھا مجھے میرے مکرم و معظم و محسن بزرگ منشی تاج الدین صاحبؓ مرحوم پنشنر اکاونٹنٹ نے قادیان آنے کا مشورہ دیا۔ مجھے سٹیشن پر آ کر گاڑی میں خود سوار کر کے گئے۔ میں قادیان پہنچا اور پہلے پہل میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھا میری طبیعت نے فیصلہ کر لیا کہ یہ منہ تو جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ بعد میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیماری کا حال سنایا۔ آپ نے میرا ناسور دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس کا رخ دل کی طرف ہوگیا ہے۔ مجھے فرمایا کہ اس کے لئے دوا کی نسبت دعا کی ضرورت زیادہ ہے۔ مجھے بتلایا کہ مسجد مبارک میں ایک خاص جگہ بیٹھنا میں خود تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاؤں گا اور تمہارے متعلق دعا کے لئے عرض کروں گا میں اس دریچہ کے پاس بیٹھ گیا جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے حضرت مولوی صاحبؓ بڑھے اور مجھے پکڑ کر حضرت صاحب کے سامنے کر دیا۔ میرے مرض کے متعلق صرف اتنا کہا کہ بہت خطرناک ہے میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ ہمدردی سے بھرا ہوا تھا۔ مجھ سے حضور نے دریافت کیا کہ ’یہ تکلیف آپ کو کب سے ہے‘ میں تیرہ ماہ سے اس دکھ میں مبتلا تھا۔ لوگ آرام کی نیند سویا کرتے تھے لیکن مجھے درد چین نہیں لینے دیتی تھی اس لئے میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر ٹہلا کرتا تھا۔ اور میرے اردگرد سونے والے خواب راحت میں پڑے ہوتے تھے۔ میں نے مہینوں راتیں رو کر اور ٹہل کر کاٹی ہوئی تھیں۔ حضرت کے ان ہمدردانہ و محبت آمیز کلمات نے چشم پرآب کر دیا۔ شکل تو دیکھ چکا تھا۔ اتنے بڑے انسان کا مجھ ناچیز کو ’آپ‘ کے لفظ محبت آمیز و کمال ہمدردانہ لہجہ میں مخاطب کرنا ایک بجلی کا اثر رکھتا تھا۔ میں اپنی بساط کو جانتا تھا میری حالت یہ تھی۔ محض ایک لڑکا میلے اور پرانے دریدہ وضع کپڑے۔ چھوٹے درجہ و چھوٹی قوم کا آدمی میرے منہ سے لفظ نہ نکلا سوائے اس کے کہ آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت نے یہ حالت دیکھ کر سوال نہ دہرایا مجھے کہا کہ ’میں تمہارے لئے دعا کروں گا فکر مت کرو۔ انشاءاللہ اچھے ہو جاؤ گے۔‘ مجھے اس وقت اطمینان ہوگیا کہ اب اچھا ہو جاؤں گا۔ پھر میں مولوی صاحبؓ کی خدمت میں آیا تو صرف آپؓ نے ذرا بھر خوراک جدوار کی میرے لئے تجویز فرمائی اور اتنی مقدار مجھے کہا کہ پتھر پر گھس کر اس ناسور پر لگا دیا کروں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے افاقہ ہوگیا اور ایک مہینہ میں اچھا ہوگیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے کہ مجھے حضرت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور میری خوش قسمتی مجھے بیمار کر کے قادیان میں لے آئی۔ چنانچہ میں نے وطن کو خیرباد کہہ کر قادیان رہائش اختیار کر لی۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 177-175)

عربی کا محاورہ ہے کہ **الفضل ما شهدت به الاعداء** یعنی اصل فضیلت تو وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہو جائیں۔ اِنسانی اخلاق کا کمال یہ ہے کہ دشمن بھی اس کے حسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے نام سے کون واقف نہیں۔ مولوی صاحب براہینِ احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت بڑے مداح تھے اور براہینِ احمدیہ پر ریویو بھی تحریر کیا تھا۔ تاہم جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماموریت کا دعویٰ فرمایا تو نہ صرف مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے آپ سے اختلاف کیا بلکہ مخالفت میں اس حد تک بڑھے کہ ہندوستان کے طول و عرض کا سفر کر کے آپ اور آپ کے متبعین کے خلاف کفر اور قتل کے فتوے حاصل کئے۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ مولوی صاحب بٹالہ کے اسٹیشن پر اور قادیان کو آنے والی سڑک پر صرف اِس غرض کے لئے جاتے کہ وہ کسی طرح لوگوں کو قادیان جانے سے روک سکیں۔ پھر اِس پر بھی بس نہ کی۔ بلکہ عیسائیوں کے مقدمہ اقدامِ قتل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف شہادت دی۔ غرضیکہ اِن کی زندگی کے صبح و شام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے سلسلہ کی مخالفت میں وقف تھے۔ مولوی صاحب اپنا ایک اخبار **اشاعة السنة** کے نام سے نکالتے تھے جس کا مقصد بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت تھا۔ تاہم ایک وقت ایسا بھی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب پر ایسا آیا کہ

اپنے اِس اخبار کی اشاعت کے لئے انہیں کافی مالی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ کوئی کاتب ان کا رسالہ لکھ کر نہ دیتا تھا۔آخر ایک دن انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغام بھجوایا کہ منشی غلام محمد کاتب امرتسری جو کہ قادیان میں سلسلہ کی کتب کی کتابت کا کام کرتے ہیں، کے ذریعہ اِن کے اخبار کی کتابت کا کام بھی کروا دیا جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالی ظرفی اور ہمدردی کا اعلیٰ مقام دیکھئے کہ آپ نے فرمایا:

ان کو کہدو کہ وہ اپنی کاپیاں اور مضمون لے کر آجاویں میں اپنا کام بند کر کے ان کا کام کرادوں گا۔خواہ وہ میری مخالفت میں ہی ہو۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 265)

مولوی محمد حسین صاحب کی شدید مخالفت کے ایام میں بھی آپ اپنے خطوط میں اس کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے پرانے تعلقات کی رعایت رکھتے تھے اور ہمیشہ حسنِ ظن سے کام لیتے تھے۔ مثلاً ایک خط میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

’’اگرچہ میں آپ سے اِن باتوں کی شکایت کروں تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے آپ سے محبت ہے اور اگر میں شناخت نہ کیا جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میرے لئے یہی مقدر تھا مجھے فتح اور شکست سے کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ عبودیت اور اطاعت سے غرض ہے۔میں جانتا ہو کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگیا۔ مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں۔...

اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے صحت حاصل ہے اگر آپ بٹالہ آجائیں تو اگرچہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی تاہم افتاں وخیزاں آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین

وہ نہ آوے تو تو ہی چل رنگیں
اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 265)

اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص اپنے بدترین مخالفین سے دلداری کا یہ جذبہ رکھتا ہے وہ اپنے قریبی دوستوں کی دلجوئی اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچانے کے لئے کس حد تک کوشش میں لگا رہتا ہوگا۔چنانچہ آپ کے نہایت عزیز صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

’’آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا مکان نیا نیا بنا تھا۔میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا۔حضرت ٹہل رہے تھے میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا آپ نے بڑی محبت سے پوچھا۔آپ کیوں اٹھے۔میں نے عرض کیا کہ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سو رہوں مسکرا کر فرمایا:

’میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔‘

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ، صفحہ 41)

معزز سامعین! یہ تو کیفیت ہے آپ کی ان ظاہری تدابیر کی جو آپ خلق اللہ کی ہمدردی اور غمگساری کے لئے اپنے ہر قسم کے آرام کو ان کی خاطر قربان کرتے ہوئے اختیار کرتے ہیں۔آپ ظاہری تدابیر کے ساتھ خلق اللہ کی بھلائی کے لئے اپنے حقیقی غلبہ کے ہتھیار یعنی دعا کو کس انتہا تک پہنچاتے ہیں اِس کا بھی کچھ تذکرہ سماعت فرمائیں۔

’’حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ جو کہ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب ؓ کے داماد بھی تھے حضور کے ساتھ خاص عقیدت اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ایک روز قادیان میں آپ کی اہلیہ بیمار ہوئیں۔آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور کچھ ادویات تجویز فرمائیں۔ کچھ دیر بعد مفتی صاحب ؓ حضور کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کچھ افاقہ نہیں۔حضور نے کچھ اور ادویہ بتلائیں۔اِس کے نتیجہ میں مریضہ کو سخت قے ہوئی اور سانس اکھڑنے لگا۔مفتی صاحب ؓ بھاگے ہوئے پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال بیان کیا۔آپ نے فرمایا:

دنیا کے اسباب کے جتنے ہتھیار تھے وہ ہم چلا چکے ہیں۔اس وقت کیا وقت ہے؟ عرض کیا گیا۔بارہ بج چکے ہیں۔تم جاؤ میرے پاس صرف ایک دعا کا ہتھیار باقی ہے۔میں اس وقت سر اٹھاؤں گا جب وہ اچھی ہو جاوے گی۔چنانچہ مفتی صاحب ؓ کا ایمان دیکھو کہ گھر میں آ کر الگ کمرہ میں چارپائی ڈال کر سو رہے کہ وہ جانے اور اس کا خدا۔ مجھے اب کیا فکر ہے۔مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ جب صبح میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برتنوں کو درست کر رہی ہے۔میں نے پوچھا کیا حال ہے کہا کوئی دو گھنٹہ کے بعد آرام ہو گیا تھا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 204)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابہؓ اور صادقین میں سے تھے۔حضور علیہ السلام سے والہانہ عشق کا تعلق تھا اور حضور علیہ السلام بھی حضرت مولوی صاحبؓ سے بہت محبت رکھتے تھے۔حضرت مولوی صاحبؓ 1905ء میں زیادہ بیمار ہو گئے اور دو ماہ بیمار رہ کر وفات پائی۔آپ ؓ کی بیماری بڑی دکھ دہ تھی۔آپ ؓ کی بیماری کے دوران نہ صرف آپ نے ہر طرح سے آپ کے علاج معالجہ کی کوششیں کیں بلکہ کئی کئی راتیں آپ کے لئے دعا میں گزاریں۔چنانچہ ایک بار فرمایا:

’’میں نے ہر چند چاہا کہ دو چار منٹ ہی سو جاؤں مگر میں نہیں جانتا کہ نیند کہاں چلی گئی۔‘‘

یہ باتیں ایک روز آپ نے صبح کو بیان فرمائیں۔بعض خدام نے عرض کی حضور اس وقت جا کر آرام کر لیں۔

فرمایا اپنے اختیار میں تو نہیں میں کیوں کر آرام کر سکتا ہوں جب کہ میرے دروازہ پر ہائے ہائے کی آواز آتی ہے۔میں تو اس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحبؓ کو ہوا ہے دیکھ بھی نہیں سکتا۔اس لئے میں اوپر نہیں گیا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب، صفحہ 193)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی بعض دفعہ شدت تکلیف میں نیم غشی کی سی حالت میں کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔بعض اوقات فرماتے اور ساتھ زار زار رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا۔ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ جا کر حضرت صاحب سے کہو کہ میں مر چلا ہوں مجھے صرف دور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرا جائیں۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی حضرت صاحب نے جواباً فرمایا کہ کیا کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا؟ اصل بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔حضرت ام المومنینؓ اس وقت پاس ہی تشریف رکھتی تھیں انہوں نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔حضور نے فرمایا اچھا میں جاتا ہوں لیکن ان کی تکلیف دیکھنے سے میں بیمار پڑ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر حضور اس طرف روانہ ہوئے تو مولوی صاحب کی اہلیہ نے

آگے جا کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو اطلاع دی کہ حضور تشریف لا رہے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے اپنی اہلیہ کو ملامت کی کہ کیوں حضرت صاحب کو تم نے تکلیف دی۔ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے۔ میں نے تو اپنے دل کا دکھڑا رویا تھا تم فوراً جا کر عرض کرو کہ حضور تکلیف نہ فرمائیں۔

بسا اوقات مسجد میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحبؓ سے ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا جیسے ایک محبت کرنے والے باپ کو ایک لائق بیٹے کی وفات کا ہوا کرتا ہے مگر آپ کی محبت کا اصل مرکزی نقطہ خدا کا وجود تھا اس لئے آپ نے کامل صبر کا نمونہ دکھایا۔

یہاں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ اگر واقعتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا یہ عالم تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے وقت کے کئی سرکردہ لیڈرز کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور بعض کی ہلاکت کی خبر دی اور عمومی طور پر بھی بنی نوع کو خدائی عذابوں سے ڈرایا۔ اِس کے جواب میں عرض ہے کہ دراصل آپ دیگر مرسلین کی طرح ہرگز مخلوقِ خدا کو کسی عذاب یا تکلیف میں دیکھنے کی کوئی خواہش نہ رکھتے۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی صفتِ رحم ہر ایک شے پر غالب ہے۔ لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا کے پیارے اور راستباز باطل پرستوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے قریب ہیں اور زمین میں فساد پھیلتا ہے تو اس انسان کی مانند جسے اپنے تمام جسم سے محبت ہے مگر کسی خطرناک بیماری کو اپنے تمام جسم میں پھیلنے سے روکنے کے لئے کسی ادنیٰ عضو کی قربانی کے لئے بخوشی راضی ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ بھی عذاب کے ذریعہ ایسے سرکشوں کی پکڑ کا ارادہ فرماتا ہے۔ تاہم کسی قوم کے تکذیب اور بد چلنی میں حد سے گزر جانے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ صادر ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ کے مرسلین مسلسل خدا کے حضور اس کی مخلوق کے لئے رحم کی فریاد میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس وصف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان فرماتے ہیں۔

’’کہ بیت الدعا کے اوپر میرا حجرہ تھا۔ اور میں اسے بطرز بیت الدعا استعمال کیا کرتا تھا۔ اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حالت دعا میں گریہ وزاری کو سنتا تھا۔ آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوز تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا۔ اور آپ اس طرح پر آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کرتے تھے۔ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیقرار ہو۔‘‘

مولوی صاحب مزید بیان فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوق الٰہی کے لئے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا کرتے تھے۔ کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ، جلد دوم از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، صفحہ 428)

ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ کس طرح لیکھرام کو آپ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی اور تکذیب کے باعث مباہلہ کے لئے بلایا اور وہ بالآخر خدا تعالیٰ کی قہری تجلی کا نشانہ بن کر اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ تاہم اس کی شوخی کے باوجود آپ کو ذاتی طور پر ہرگز اس سے کسی قسم کا بغض نہ تھا اور اپنی اس سے ہمدردی کا اظہار اِن الفاظ میں فرماتے ہیں۔

’’اس امر کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے کسی سے بغض نہیں ہے۔ اگرچہ میں لیکھرام کے معاملہ میں اس بات سے تو خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی مگر دوسرے پہلو سے میں غمگین ہوں کہ وہ عین جوانی کی حالت میں مرا۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرتا تو میں اس کے لئے دعا کرتا تا یہ بلا ٹل جاتی۔ اس کے لئے ضروری نہ تھا کہ اس بلا کے رد کرانے کے لئے وہ مسلمان ہو جاتا بلکہ صرف اس قدر ضروری تھا کہ گالیوں اور گندہ زبانی سے اپنے منہ کو روک لیتا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 289)

سامعینِ کرام! خدا تعالیٰ کے انبیاء اور مامورین میں بنی نوع انسان کی محبت اور غم خواری کا جذبہ کس انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے اِس کیفیت کو اس شخص سے بہتر کوئی نہیں بیان کر سکتا جو کہ دراصل ماموریت کے اِس مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِن مامورین کی خلق اللہ سے ہمدردی کے اِن اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے جو کہ درحقیقت آپ کی اپنی قلبی کیفیات کا بھی اظہار ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

عربی سے اردو ترجمہ: ’’وہ جنگ کے موقع پر لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے محافظ ہیں۔ وہ مخلوق کے وجود کے لئے بمنزلہ سر ہیں اور مخلوق خدا کے سمندر میں درمکنون۔ وہ نفس امارہ کے ساتھ بڑی جنگ میں فتحیاب ہوتے ہیں پھر اس کے بعد وہ اللہ رب العزت کے اذن سے دلوں کو فتح کرتے ہیں اور غالب آتے ہیں اور وہ موت کے بعد نئی زندگی پاتے ہیں۔ اور جب لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں تو وہ محبت کی خوشبو بکھیرتے ہیں اور تم ان جیسا کوئی ناخدا نہیں پاؤ گے جب پانی اپنی تغیانی پر ہو اور مصیبت شدت اختیار کر جائے اور آہ و بکا بلند ہو تو ایسے موقع پر وہ اس خدا کے اذن سے جس نے انہیں مرسل بنا کر بھیجا ہوتا ہے شفاعت کرنے والے ہوتے ہیں اور جب دل حلق تک پہنچ جائیں وہ بحالت تضرع کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدوں میں گر جاتے ہیں تب ان کی دعا آسمان کو بھر دیتی ہے اور ان کا رونا فرشتوں کو رُلا دیتا ہے اُن کے تقویٰ کے باعث ان کی دعا سنی جاتی ہے پس لوگ اس آزمائش سے نجات دیئے جاتے ہیں جس سے وہ بے چین ہوتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو زمین سے چمٹ جاتے ہیں اور پے در پے آنے والی آفات کے وقت وہ اپنے لگاتار سجدوں میں زمین پر پڑے رہتے ہیں اور آنسوؤں سے زمین کو تر کر دیتے ہیں اور تمام مصائب دور کرنے والے اللہ کے سامنے اندھیری راتوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسے صدق دل کے ساتھ وہ اپنے پروردگار کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو خالق کائنات کو راضی کر دے اور وہ ان لوگوں کو زندہ کرنے کے لئے جو موت کے کنارے پر کھڑے ہیں خود موت قبول کر لیتے ہیں۔ پس وہ تقدیر بدل دیتے ہیں اور موت کو اختیار کر کے شفاعت کرتے ہیں اور مشقت برداشت کر کے راحت پہنچاتے ہیں اور تکلیف اٹھا کر موانست و ملاطفت کرتے ہیں۔

وہ خلق اللہ سے ہمدردی کرتے ہیں اور مصائب کے وقت اُن کا خیال رکھتے ہیں اور ایسا کام کرتے ہیں جو آسمانوں میں فرشتوں کو بھی حیران کر دیتا ہے اور نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔

اُن کی تشریف آوری سے زمین کو برکت دی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو اُن کے غموں سے نجات دی جاتی ہے۔ پس مبارک ہو اُن لوگوں کو جو اُن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اے میرے رب! تو مجھے اُن میں شامل فرما اور میرا ہو اور میرے ساتھ ہو جا اُس دن تک کہ جب لوگ اٹھائے جائیں اور پیش کئے جائیں۔ اے میرے رب! ان لوگوں پر جو میری دشمنی کر رہے ہیں گرفت نہ فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں پہنچانتے اور نہ انہیں بصیرت حاصل ہے۔ پس اے میرے رب! اپنی جناب سے ان پر رحم کر اور انہیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔‘‘

(علامات المقربین۔ روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 117-118)

گزشتہ ایک دو صدیوں میں انسانیت کو فقر و فاقہ اور ہر قسم کے دکھ سے نجات دلانے کیلئے کتنی ہی آوازیں بلند ہوئیں اور کتنے ہی

مختلف معاشی نظاموں کی بنیاد ڈالی گئی جن کا دعویٰ ہے کہ اِن کے ذریعہ انسان کو ہمیشہ ہمیش کے لئے غربت اور بیماری سے نجات دلا کر معاشی خوشحالی دلا دی گئی ہے، کتنی ہی سائنسی ایجادات کے ذریعہ بنی نوع کو ہر سکھ اور آرام پہنچانے کے اسباب مہیا ہوئے۔ تاہم وہ امر جو خدا کے مامورین اور مرسلین کی بنی نوع سے ہمدردی کے جذبہ کو اِن ظاہر پرست تنظیموں اور نظاموں سے ممتاز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے انبیا اور مامورین مخلوق کی ظاہری فلاح و بہبود کے ساتھ ان کی روحانی اور ابدی زندگی کی سچی خوشحالی کے بھی خواہاں ہوتے ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان جیسے کھوکھلے نعروں کے برعکس وہ انسانیت کو معرفتِ الٰہی کی اس روٹی کی دعوت دیتے ہیں جو روحانی مردوں کو زندہ کرتی اور دائمی زندگی بخشتی ہے اور ان کے لئے تقویٰ کا وہ لباس تیار کرتے ہیں جو ہر ظاہری لباس سے زیادہ حسین تر اور دیرپا ہوتا ہے، اور ایسا روحانی حصار تعمیر کرتے ہیں جو زمانہ کے تمام آفات اور مصائب سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ یہی صدا خدا کے اس جری اللہ نے بھی یوں بلند کی:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بنی نوع انسان کی گمراہی اور ضلالت کی روحانی تکالیف کا غم ان کی جسمانی تکالیف کے احساس سے کئی گنا بڑھ کر تھا۔ اِس کا اظہار اپنی ایک تحریر میں یوں فرماتے ہیں۔

’’چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گذرا ہو۔ بلکہ اگر ہم وغم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہ راست لے کر دنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔....

اور میرا اس درد سے یہ حال ہے اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری روح ہر وقت دعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی واحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کرلیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں۔‘‘

(تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ 71-72)

اپنے منظوم کلام میں اس درد کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

ان غموں سے دوستو خم ہوگئی میری کمر
میں تو مرجاتا اگر ہوتا نہ فضل کردگار

اس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش
اِس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ دِلفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہوگئی تاریک وتار

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم۔ روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 132)

سامعینِ کرام! موجودہ دور کی سائنسی ایجادات اور ترقیات نے انسانی زندگی میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اگرچہ یہ بھی بالواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ نبوت کا ہی فیضان ہے جس نے اس دور کے انسان کی عقلی استعدادوں کو وہ روشنی بخشی جس سے وہ کائنات کے سربستہ رازوں سے پردے اٹھانے کے قابل ہوا ہے۔ لیکن آپ نے انسانیت کے لئے ایک ایسے راز سے پردہ اٹھایا جس پر اطلاع پا کر انسان ہر دکھ درد سے نجات پا کر حقیقی امن اور سکون پا لیتا ہے۔ اور درحقیقت یہی امر آپ کی بنی نوع انسان سے ہمدردی کا اصل محرک تھا۔ اس کی تفصیل آپ یوں بیان کرتے ہیں۔

’’میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔ میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا سچی برکات اس سے پانا پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پر ہو جائیں۔

ظاہر ہے کہ ایک چیز اپنے نوع سے محبت کرتی ہے یہاں تک کہ چیونٹیاں بھی اگر کوئی خود غرضی حائل نہ ہو۔ پس جو شخص کہ خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ سب سے زیادہ محبت کرے۔ سو میں نوع انسان سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ ہاں ان کی بدعملیوں اور ہر ایک ظلم اور فسق اور بغاوت کا دشمن ہوں کسی کی ذات کا دشمن نہیں۔ اس لئے وہ خزانہ جو مجھے ملا ہے جو بہشت کے تمام خزانوں اور نعمتوں کی کنجی ہے وہ جوش محبت سے نوع انسان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور یہ امر کہ وہ مال جو مجھے ملا ہے وہ حقیقت میں از قسم ہیرا اور سونا اور چاندی ہے کوئی کھوٹی چیزیں نہیں ہیں بڑی آسانی سے دریافت ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ ان تمام دراہم اور دینار اور جواہرات پر سلطانی سکہ کا نشان ہے یعنی وہ آسمانی گواہیاں میرے پاس ہیں جو کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم لانے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر 1۔ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 344-345)

مخلوق خدا سے ہمدردی اور محبت آپ کا ایک امتیازی وصف تھا

اور یہی خوبی آپ اپنی جماعت میں بھی بکمال دیکھنا چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے متبعین سے بھی ان الفاظ میں یہ عہد لیا کرتے تھے۔

’’یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام، حصہ دوم۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 564)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اپنے اِس عہدِ بیعت کو نبھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار اپنی ان گذارشات کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کو کی گئی اس نصیحت پر ختم کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’پس مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دُور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضہ ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آج کل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بعض اس قسم کے خیالات بھی رکھتے ہیں کہ اگر ایک شیرے کے مٹکے ہیں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تلوں میں ڈال کر تل لگاتے جاویں تو جس قدر اسے لگ جاویں۔ اس قدر دھوکہ اور فریب دوسرے لوگوں کو دے سکتے ہیں۔ ان کی ایسی بے ہودہ اور خیالی باتوں نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اُن کو قریباً وحشی اور درندہ بنا دیا ہے۔ مگر میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرہ کو محدود نہ کرو۔ اور ہمدردی کے لئے اس تعلیم کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (سورۃ النحل 16:91) یعنی اوّل نیکی کرنے میں تم عدل کو ملحوظ رکھو۔ جو شخص تم سے نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ نیکی کرو۔

اور پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اس سے بھی بڑھ کر اس سے سلوک کرو۔ یہ احسان ہے۔ احسان کا درجہ اگرچہ عدل سے بڑھا ہوا ہے اور یہ بڑی بھاری نیکی ہے لیکن کبھی نہ کبھی ممکن ہے احسان والا اپنا احسان جتلا دے مگر ان سب سے بڑھ کر ایک درجہ ہے کہ انسان ایسے طور پر نیکی کرے جو محبتِ ذاتی کے رنگ میں ہو جس میں احسان نمائی کا بھی کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے جیسے ماں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے وہ اس پرورش میں کسی اجر اور صلے کی خواستگار نہیں ہوتی بلکہ ایک طبعی جوش ہوتا ہے جو بچے کے لئے اپنے سارے سکھ اور آرام قربان کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیدے کہ تو اپنے بچے کو دودھ مت پلا اور اگر ایسا کرنے سے بچہ ضائع بھی ہو جاوے تو اس کو کوئی سزا نہیں ہوگی تو کیا ماں ایسا حکم سن کر خوش ہوگی؟ اور اس کی تعمیل کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے دل میں ایسے بادشاہ کو کوسے گی کہ کیوں اس نے ایسا حکم دیا۔ پس اس طریق پر نیکی ہو کہ اسے طبعی مرتبہ تک پہنچایا جاوے۔ کیونکہ جب کوئی شئے ترقی کرتے کرتے اپنے طبعی کمال تک پہنچ جاتی ہے اس وقت وہ کامل ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد 4، صفحہ 217-218)

وآخِر دعوانا انِ الحمد لِلہ ربِ العالمِین

اس نعمت کا شکر کرو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ ... تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ (سورۃ ابراھیم 14:8)۔‘‘

(خطبات نورؓ صفحہ 131)

جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے

ماحول ہے ہراساں یہ دَور نکتہ چیں ہے
ہر دل میں ہے تکدّر ، آلودہ ہر جبیں ہے
ناپختہ ہر عمل ہے ، لرزیدہ ہر یقیں ہے
وصلِ صنم کی اُن کو خواہش کوئی نہیں ہے
’’فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے‘‘
’’جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے‘‘

آنکھوں میں سیلِ گریہ ، سینہ دھواں دھواں ہے
ہر نفس مضطرب ہے ہر آنکھ خونچکاں ہے
ہونٹوں پہ مسکراہٹ ، دل مہبطِ فُغاں ہے
فُرقت میں یاں تڑپتا انبوہِ عاشقاں ہے
غربت میں واں پریشاں اِک دِلرُبا حسیں ہے
’’جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے‘‘

اِک دَورِ پُرسکوں کا آغاز چاہتی ہوں
لَے ہو طرب کی جس میں وہ ساز چاہتی ہوں
نظرِ کرم ہی میرے دمساز چاہتی ہوں
بس تیرے لفظ کُن کا اعجاز چاہتی ہوں
سب کی ہے تُو ہی سنتا اِس بات کا یقیں ہے
’’جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے‘‘

انسانی لغزشوں سے مَیں ماورا نہیں ہوں
ماحول سے علیحدہ ربُّ الوریٰ نہیں ہوں
لیکن مَیں تجھ سے غافل میرے خدا نہیں ہوں
مَیں بے عمل ہوں بیشک پر بے وفا نہیں ہوں
نظریں بھٹک رہی ہیں پر دل میں تُو مکیں ہے
’’جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے‘‘

(محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

تحریک جدید کی اہمیت اور اغراض ومقاصد

خدا تعالیٰ کے ایک مخفی الہام اور القائے ربانی کے طور پر تحریک ہوئی

مکرم مولانا طاہر محمود احمد صاحب مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ

روحانی نظام اور جسمانی نظام دونوں متوازی چل رہے ہیں۔ قانونِ قدرت کے تحت جب تیز وتند ہوائیں چلتی ہیں۔ آسمان پر کالے سیاہ بادلوں کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ بجلیاں کڑکتی ہیں تو اس وقت غیر معمولی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ اسی طرح جب 1934ء میں مخالفینِ احمدیت نے جماعت کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کیا۔ انتظامی طاقتوں سے مل کر سب جماعت کو کچلنے کے لئے صف آرا ہو گئے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے ناپاک ارادے کر لئے، تو ایسے وحشت ناک اور لرزہ خیز حالات میں ایک ایسی غیر معمولی تحریک نے جنم لیا جس کو تحریکِ جدید کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ

''درحقیقت میری تحریک کوئی جدید تحریک نہیں بلکہ یہ قدیم ترین تحریک ہے۔ اور اس جدید کے لفظ سے صرف اُن ماؤف اور اُن بیمار دماغوں سے تلعّب کیا گیا ہے جو بغیر جدید کے کسی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ...

پُرانی شراب پُرانے مٹکوں میں پڑی ہوئی تھی۔ صرف اس کا نام بدل دیا گیا۔...

وہ پرانی ہی چیز تھی جسے ایک نیا نام دے دیا گیا۔ وہ وہی چیز تھی جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور وہ وہی چیز تھی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا۔... اس میں وہ کونسی چیز ہے جو نئی ہے۔ وہی ایک قانون ہے جو آدمؑ کے وقت سے مقرر ہوا کہ جب شیطان تم پر حملہ کرے گا، تمہیں اس کے مقابلہ میں اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے بغیر اس کے تمہیں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس کے سوا تحریک جدید میں اور کیا ہے؟ یہی قانون اس تحریک میں کام کر رہا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ نیا نام تو اسے اس لئے دیا گیا کہ وہ لوگ جو نئی چیز کی طرف توجہ کرنے کے عادی ہیں، اس کا نیا نام سن کر اس کی طرف توجہ کریں۔''

(انوار العلوم، جلد 14، صفحہ 230-231)

پس منظر

1934ء میں جب تمام مذہبی جماعتیں مجلس احرار کا رُوپ دھار کر جماعت کے خلاف صف آرا ہو گئیں۔ اپنی طاقت کو اور مضبوط کرنے کے لئے انگریزی حکومت کی طاقت کو ساتھ ملا کر جماعت پر اپنے پورے زَور وشور کے ساتھ حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چند دنوں میں قادیان کو ملیا میٹ کرنے کے دَرپے ہو گئے۔

ان ہوش رُبا حالات میں خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر یہ تحریک نازل فرمائی جو جماعت کو اندھیروں سے نکال کر اُجالوں کی طرف لے آئی۔ جماعت کو ترقیات کے لامتناہی سفر کی طرف گامزن کر دیا۔

''تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 116)

اہمیت

''تحریک جدید تو ایک قطرہ ہے اُس سمندر کا جو قربانیوں کا تمہارے سامنے آنے والا ہے۔ جو شخص قطرہ سے ڈرتا ہے وہ سمندر میں کب کُودے گا۔ ابھی تو اس سمندر میں تمہیں تیرنا ہے۔ جس سمندر میں تیرنے کے بعد دنیا کی اصلاح کا موقع تمہیں میسّر آئے گا۔''

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 244-245)

''اگر احمدیت سچی ہے اور یقیناً سچی ہے تو جو کچھ تحریک جدید میں مخفی ہے یا ظاہر وہ ایک دن دنیا پر رونما ہو کر رہے گا۔ کئی باتیں تحریک جدید میں ابھی ایسی ہیں جو مخفی ہیں اور لوگ انہیں اس وقت پڑھ نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تحریک تفکّر اور تدبّر کے نتیجہ میں نہیں کی گئی بلکہ خدا تعالیٰ کے ایک مخفی الہام اور القائے ربّانی کے طور پر یہ تحریک ہوئی ہے اور اس کے اندر ایسی ہی وسعت موجود ہے جیسے خدا تعالیٰ کے اور الہاموں میں وسعت موجود ہوتی ہے۔''

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 274)

اغراض ومقاصد

''تحریک جدید کو جاری کرنے کی غرض بھی یہی ہے کہ تم میں زندگی پیدا ہو۔ مرنے والے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں دیں اور جو باقی رہیں وہ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ کا مصداق بنتے چلے جائیں۔ جس دن ہم اس قسم کے زندہ لوگ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہی دن ہماری زندگی کا دن ہوگا ورنہ اگر مرنے والا مر گیا اور اُس نے انفرادی طور پر جان دے دی تو اس سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 280)

''تحریک جدید جس کا اجرا منشائے الٰہی کے ماتحت ہوا، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک **عظیم الشّان اسلامی مقصد** کو پورا کرنے اور انسانیت کی جڑوں کو مضبوط کرنے کا بیج رکھا گیا ہے۔

(انوار العلوم۔ جلد 16، صفحہ 505)

نظامِ وصیت کے لئے پیشرو

''تحریک جدید کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عقیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ تو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آنے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ

پیش کرتے ہیں تا کہ اس وقت تک کہ وصیت کا نظام مضبوط ہو اس ذریعہ سے جو مرکزی جائیداد پیدا ہو اس سے تبلیغ کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ سے وصیت کو وسیع کیا جائے۔...

غرض تحریک جدید گو وصیت کے بعد آتی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں ہے۔ ہر وہ شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظامِ وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظامِ نَو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔''

(انوار العلوم۔ جلد 16 صفحہ 599۔600)

تحریک کے تین بنیادی مطالبات

۱۔ جماعت اپنے آپ کو تبدیل کر کے تقویٰ کی راہوں پر چلے۔ راہِ خدا میں قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔

۲۔ سادہ زندگی اپنا کر غیر ضروری اخراجات کم کرے اور تبلیغ احمدیت کے لئے رقم فراہم کرے۔

۳۔ جماعت دعوت الی اللہ پر کمر کس لے۔ تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر کے بیرون ممالک پیغام حق پہنچائیں۔

ستائیس مطالبات

۱۔ سادہ زندگی بسر کریں۔

۲۔ امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں۔

۳۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔

۴۔ دعوت الی اللہ ممالک بیرون میں حصہ لیں۔

۵۔ سکیم خاص دعوت الی اللہ میں مالی لحاظ سے حصہ لیں۔

۶۔ سروے میں حصہ لیں۔

۷۔ وقف رخصت موسمی میں حصہ لیں۔

۸۔ نوجوان خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔

۹۔ رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔

۱۰۔ صاحب پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں۔

۱۱۔ کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کریں۔

۱۲۔ پنشنرز اصحاب اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے پیش کریں۔

۱۳۔ طلباء کو تعلیم و تربیت کے لئے مرکز سلسلہ میں بھیجیں۔

۱۴۔ صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں۔

۱۵۔ بیکار دنیا میں نکل جائیں، خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغ بھی کرتے رہیں۔

۱۶۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

۱۷۔ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کریں۔

۱۸۔ مرکز سلسلہ میں مکان بنوائیں یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔

۱۹۔ مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

۲۰۔ تمدن قرآنی کا قیام کریں۔

۲۱۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔

۲۲۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

۲۳۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

۲۴۔ احمدیہ دارالقضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔

۲۵۔ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔

۲۶۔ وقف جائیداد و آمد میں حصہ لیں۔

۲۷۔ حلف الفضول کی قسم کا معاہدہ کریں کہ ہم امانت، عدل و انصاف کو قائم رکھیں گے۔

ان مطالبات کے متعلق حضورؓ نے فرمایا:

''ان میں سے ہر ایک لمبے غور اور فکر کے بعد تجویز کیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو سلسلہ کی ترقی میں ممد نہ ہو ان میں سے ہر ایک ایسا بیج ہے جو بڑا ترقی پانے والا اور بہت بڑا درخت بننے والا ہے اور دشمنوں کو زیر کرنے والا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی نظر انداز کرنے والی نہیں اور ایک بھی ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ہماری ترقی کی عمارت مکمل ہو سکے۔''

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 9 دسمبر 1934ء)

مستقل تحریک

ابتداء میں یہ تحریک تین سال کے لئے تھی۔ پھر یہ سات سال اور دس سال کے لئے بڑھا دی گئی۔ پھر دو دفعہ اُنیس سال بڑھا کر آخر کار دائمی تحریک قرار دے دیا۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تحریک جدید کو اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک کہ تمہارا سانس قائم ہے تا خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت صرف 19 سال تک محدود نہ رہے بلکہ وہ تمہاری ساری عمر تک چلتی چلی جائے اور جس کی ساری زندگی تک خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام جاتے ہیں اس کے مرنے کے بعد بھی وہ اس کے ساتھ جاتے ہیں۔'' (الفضل 11 دسمبر 1953ء صفحہ 2۔3)

تحریک جدید اور حضرت مسیح موعودؑ کا کشف

تحریک جدید کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ کشف بھی پورا ہو گیا جس میں پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک فوج دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں حضور فرماتے ہیں۔

''کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً۔ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے مگر خدائے تعالیٰ کی کسی حکمت مخفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 149)

یہ کشف اس وقت پورا ہوا جب پہلے اُنیس سالہ دَور (1934ء تا 1953ء) میں لگ بھگ پانچ ہزار احباب شامل تھے۔ ان کی قربانیوں کو تا قیامت زندہ رکھنے کے لئے جون 1959ء میں پانچ ہزاری مجاہدین کے نام سے ایک مکمل فہرست شائع کی گئی۔

قومی فتح کے حصول کا گُر

'' پس جب تک قومی لحاظ سے اپنی بہادری کا مظاہرہ نہ ہو اور شاندار مظاہرہ نہ ہو اُس وقت تک قومی فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ فتح کا دن وہی ہو گا جب وہ طالب علم جو اِس وقت ہمارے سامنے بیٹھے ہیں ان کے سامنے ان کے استاد اور ان کے نگران ان کے فرائض دُہراتے رہیں اور انہیں یہ سبق پڑھاتے چلے جائیں یہاں تک کہ ان سب میں قربانی کی روح پیدا ہو جائے اور تحریک جدید ہی اِن کا اوڑھنا ہو، تحریک جدید ہی اِن کا بچھونا ہو، تحریک جدید ہی اِن کی دوست ہو اور تحریک جدید ہی اِن کی عزیز ہو، جب رات اور دن انہیں کسی پہلو بھی چین نہ آئے، جب تک نہ صرف اِن کے بلکہ اِن کے رشتہ داروں، اِن کے دوستوں اور

اِن کے ہمسایوں کے کام کاج بھی تحریک جدید کے ماتحت نہ آ جائیں اور جب تک وہ اِس یقین پر قائم نہ ہو جائیں کہ احمدیت تحریک جدید ہے اور تحریک جدید احمدیت ہے اُس وقت تک قومی فتح کا زمانہ نہیں آ سکتا۔‘‘

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 277)

بار بار یاد دہانی کی ضرورت

’’کوئی تین ماہ کا عرصہ گزرا میں ایک سفر پر جا رہا تھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خیال ڈالا کہ تحریک جدید کے متعلق جو امور میں نے بیان کئے ہیں وہ جماعت کے سامنے اُس وقت تک کہ مشیّتِ الٰہی ہمیں کامیاب کر دے ہر چھٹے ماہ دُہرائے جانے چاہئیں۔‘‘ (انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 3)

’’پس تم جو تحریک جدید کے بورڈنگ میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم ہو یاد رکھو کہ تم تحریک جدید کے سپاہی ہو اور سپاہی پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تمہارے نگرانوں کا فرض ہے کہ وہ تمہارے سامنے متواتر لیکچر دے کر تحریک جدید کی اغراض تمہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ تحریک جدید کے بورڈنگ میں تمہارے داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تم تحریک جدید کے حامل ہو اور تمہارا فرض ہے کہ تحریک جدید پر نہ صرف خود عمل کرو بلکہ دوسروں سے بھی کراؤ۔ اس کی روح کو قائم رکھنا تمہارے فرائض میں داخل ہے اور چونکہ تم ابھی بچے ہو اس لئے تمہارے نگرانوں کا فرض ہے کہ تمہیں وہ تمام باتیں بتائیں اور مسلسل لیکچروں کے ذریعہ تمہارے ذہین نشین کریں۔‘‘

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 275)

’’پس تحریک جدید کے متعلق مجھے خطبات کہنے کی اس لئے ضرورت پیش آتی رہتی ہے کہ مَیں چاہتا ہوں اِس تحریک کو جاری کرنے اور اِس کو قائم رکھنے میں دوست میرے نائب بنیں اور وہ دنیا کے خواہ کسی حصہ میں رہتے ہوں اِس تحریک کو زندہ اور قائم کرتے چلے جائیں۔ جس وقت ہماری جماعت میں اِس قسم کے لوگ پیدا ہو گئے وہ دن ہماری کامیابی کا دن ہوگا۔ اور اگر ہم پورے زور سے اس تحریک کی اہمیت، اس کے مقاصد اور اس کی اغراض لوگوں کے ذہن نشین کرتے چلے جائیں تو آج جو ہمارے سامنے بچے بیٹھے ہوئے ہیں انہی کے دلوں میں کل تحریک جدید کے متعلق اس قدر جوش اور اتنا ولولہ ہوگا کہ انہیں چین اور آرام نہ آئے گا جب تک کہ وہ اپنے دوستوں، اپنے رشتہ داروں اور اپنے ہمسایوں کو بھی اس تحریک کا قائل نہ کر لیں۔ اور وہی دن ہوگا جو احمدیت کی فتح کیلئے قومی اور اجتماعی جِدّ وجُہد کا دن ہوگا۔

(انوار العلوم۔ جلد 14، صفحہ 276)

مطالبات پر عمل کرنے والوں کی خوش قسمتی

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کر چکے ہیں کہ اے خدا وہ شخص جو میرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما اور آفات اور مصائب سے اسے محفوظ رکھ پس وہ شخص جو اس تحریک میں حصہ لے گا اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے بھی حصہ ملے گا اور پھر وہ میری دعاوں میں بھی حصہ دار ہو جائے گا۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 4 دسمبر 1937ء)

’’اگر تم نے دیانت داری سے احمدیت کو قبول کیا ہے، اگر تم یقین رکھتے ہو کہ سلسلہ احمدیہ سچا ہے، اگر تم سمجھتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدا تعالیٰ کی پیروی ہے اور مسیح موعود کی پیروی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ تو اے مرد اور عورتو! تم تحریک جدید کے اغراض اور مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو اور انصار اللہ بن جاؤ۔ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ اگر تم میرے ان مطالبات پر عمل کرو گے تو اپنے خدا کو اپنے اوپر راضی کر لو گے اور اگر تم ان مطالبات پر عمل نہیں کرو گے تو اپنے خدا کو اپنے اوپر ناراض کر لو گے۔‘‘

(انوار العلوم۔ جلد 15، صفحہ 167)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تحریک جدید کے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کی اور اس مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

احمدیہ گزٹ کینیڈا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
اشتہارات کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ کریں۔

مبشر احمد خالد

فون نمبر: 3494 988-647

ای میل: manager@ahmadiyyagazette.ca

گوجرانوالہ کی شہادتیں

(۲۸ جولائی ۲۰۱۴ء)

مکرم منوّر احمد کنڈے صاحب

سرزمینِ گوجرانوالہ پر نشاں ہیں خون کے
احمدیت میں شہادت کے نئے مضمون کے

کربلائی اک نشاں پھر سے ہے ظاہر ہو گیا
قاتلوں کا اک گروہ پھر ظلمتوں میں کھو گیا

پھول بن کر ہر شہادت زینتِ جنت بنی
آتشِ نمرود میں جلتا نہیں مومن کبھی

رائیگاں خونِ شہیدِ راستی جاتا نہیں
آفتوں کی زد میں رہتی ہے شہادت کی زمیں

عید کا دن بھی ہے شاہدِ ظلم کے طوفان کا
نفرتوں کی سرزمیں پر ہے عمل شیطان کا

خونِ طفلاں نے اِرَم میں روح ہر بے چین کی
طفل وہ ہیں گود میں اب سرورِ کونینؐ کی

ان کو سینے سے لگائیں مہدیٔ معہودؑ بھی
ان کے پاؤں میں بچھی شیر وعسل کی رُود بھی

بیبیاں پا کر شہادت حمد کرتی آ گئیں
نُور میں ڈوبی بہاریں روح کو مہکا گئیں

آب پی کر صدق کا صلِّ علیٰ کہتی ہوئیں
ہیں فضائیں بھی ثنائیں چار سُو کرتی ہوئیں

اُمّہاتِ مومنیں کو یہ بہت اچھی لگیں
مامتا کا ہاتھ ان کے سر پہ رکھا بالیقیں

نور کے سائے تلے آرام فرمانے لگیں
دیکھ کر اِبلیس کی آنکھیں ہیں شرمانے لگیں

ہم یہی سمجھیں منوّر عشق کی تفسیر سے
شہداء مرتے نہیں ہیں شِمرئی شمشیر سے

ہے خلافت وقت کی تم سے مخاطب ظالمو!
راہِ شیطاں چھوڑ کر اب دل سے تم توبہ کرو

انبیاء اوران کی جماعتوں پر ابتلاء اوران کی مخالفت کی وجوہات

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات وفرمودات کی روشنی میں

مرتبہ مکرم مولانا آصف احمد خان صاحب، پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

قریش کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور ان کی مخالفانہ اور ظالمانہ کاروائیوں کی اندوہناک اور دل خراش داستانیں ہم پڑھتے اور سنتے ہیں۔اور آج ہر احمدی مسلمان کم وبیش اسی قسم کے جور وجفا کا نشانہ بنا ہوا ہے۔بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مخالفانہ ومعاندانہ کاروائیوں کی وجوہات کیا ہیں۔خدا تعالیٰ کیوں اپنی مخلص جماعتوں کو طویل آزمائشوں کی چکی میں سے گزارتا ہے۔قرآن کریم، احادیث رسول کریم ﷺ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مخالفانہ کاروائیوں کی کئی وجوہات ہیں اوران کی حکمتیں بھی بے شمار ہیں۔نیز آخرین کی اس جماعت یعنی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ وہی وجوہات اور حکمتیں کارفرما ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھیں۔ان میں سے کچھ اس مضمون میں بیان کی جارہی ہیں۔

مقام قبولیت کا حصول

شدائد وآلام میں ایک حکمت مومنین کو کندن کرنا ہے۔جس کے نتیجہ میں ان کے روحانی درجات بلند ہوتے ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ o (سورۃ البقرہ 215:2)

کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب کہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔انہیں سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔سنو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق انبیاء و مامورین پر آزمائش وابتلا میں ایک حکمت اس مامور من اللہ کو اور اس کی قوم کو قبولیت کے بلند مقام تک پہنچانا اور الٰہی معارف کے باریک دقائق انکو سمجھانا ہے۔گویا مصائب وآلام روحانی ترقی کا زینہ ہیں۔روحانی ترقی کے لئے مضطربانہ حالت میں مانگی ہوئی دعائیں کیمیا ہیں۔ابتلاؤں کے زمانہ میں مومنین کی جماعت کو ایسی تضرعانہ دعاؤں کی خاص توفیق ملتی ہے۔ایک شعر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس وسیع مضمون کو ان الفاظ میں سمو دیا ہے۔فرمایا:

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس حقیقت کی نہایت عارفانہ انداز میں تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سا کر کے ان کو دکھاتا ہے۔یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحہ عالم سے ان کا نام ونشان مٹا دیوے۔کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمایش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اس قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلا کی برکت سے انہوں نے پالئے۔ابتلا نے ان کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگادی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپالیا۔“

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1 صفحہ 175-176)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور جگہ تحریر فرمایا:

”یہ سنت اللہ ہے کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں دکھ دیئے جاتے ہیں۔مشکل پر مشکل ان کے سامنے آتی ہے نہ اس لئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اِس لئے کہ نصرتِ الٰہی کو جذب کریں۔یہی وجہ تھی کہ آپؐ کی مکی زندگی کا زمانہ مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے۔چنانچہ مکہ میں تیرہ برس گذرے اور مدینہ میں دس برس ... ہر نبی اور مامور من اللہ کیساتھ یہی حال ہوا ہے کہ اوائل میں دکھ دیا گیا۔مکار، فریبی، دوکاندار اور کیا کیا کہا گیا ہے۔کوئی برا نام نہیں ہوتا جو ان کا نہیں رکھا جاتا۔وہ نبی اور مامور ہر ایک بات کی برداشت کرتے اور ہر دکھ کو سہہ لیتے ہیں۔لیکن جب انتہا ہو جاتی ہے تو پھر بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے دوسری قوت ظہور پکڑتی ہے۔اسی

طرح پر رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کا دکھ دیا گیا ہے اور ہر قسم کا برا نام آپؐ کا رکھا گیا ہے۔ آخر آپؐ کی توجہ نے زور مارا اور وہ انتہا تک پہنچی جیسا اِستفتحوا سے پایا جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوا۔ وخاب کل جبار عنید تمام شریروں اور شرارتوں کے منصوبے کرنے والوں کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ توجہ مخالفوں کی شرارتوں کے انتہا پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر اول ہی ہو تو پھر خاتمہ ہو جاتا ہے !! مکہ کی زندگی میں حضرتِ احدیت کے حضور گرنا اور چلانا تھا اور وہ اس حالت تک پہنچ چکا تھا کہ دیکھنے والوں اور سننے والوں کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر آخر مدنی زندگی کے جلال کو دیکھو کہ وہ جو شرارتوں میں سرگرم اور قتل اور اخراج کے منصوبوں میں مصروف رہتے تھے۔ سب کے سب ہلاک ہوئے اور باقیوں کو اس کے حضور عاجزی اور منت کے ساتھ اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے معافی مانگنی پڑی۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1۔ صفحہ 424)

مخالفت بوجہ بغض وحسد

مخالفت کی ایک وجہ وہ بغض وحسد ہے جو مامور من اللہ اور اس کی جماعت کے خلاف اس زمانہ کے نام نہاد عالموں، گدی نشینوں اور سرداروں وغیرہ کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ طبقہ ہر عزت وشرف کا حقدار صرف اپنی ذات کو سمجھتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۝ (سورۃ الزخرف 32:43)

اور انہوں نے کہا کیوں نہ یہ قرآن دو معروف بستیوں کے کسی بڑے شخص پر اتارا گیا؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء کی مخالفت بوجہ بغض وحسد وتکبر کی تفصیل ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

’’سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا پڑا تھا۔ اور تمام قومیں اسکی دشمن ہوگئی تھیں۔ جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک نبی یا رسول خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور اس کا فرقہ لوگوں کو ایک گروہ ہونہار اور راستباز اور باہمت اور ترقی کرنے والا دکھائی دیتا ہے تو اس کی نسبت موجودہ قوموں اور فرقوں کے دلوں میں ضرور ایک قسم کا بغض اور حسد پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء ورگدی نشین تو بہت ہی بغض اور حسد ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس مرد خدا کے ظہور سے ان کی آمدنیوں اور وجاہتوں میں فرق آتا ہے۔ ان کے شاگرد اور مرید ان کے دام سے باہر نکلنا شروع ہوتے ہیں۔ کیونکہ تمام ایمانی اور اخلاقی اور علمی خوبیاں اس شخص میں پاتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اہل عقل اور تمیز سمجھنے لگتے ہیں کہ جو عزت بخیال علمی شرف اور تقوی اور پرہیزگاری کے ان عالموں کو دی گئی تھی اب وہ اس کے مستحق نہیں رہے۔ اور جو معزز خطاب ان کو دئے گئے تھے جیسے نجم الامۃ اور شمس الامۃ اور شیخ المشائخ وغیرہ اب وہ ان کے لئے موزوں نہیں رہے۔ سو ان وجوہ سے اہل عقل ان سے مونہہ پھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ایمانوں کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ ناچار ان نقصانوں کی وجہ سے علماء اور مشائخ کا فرقہ ہمیشہ نبیوں اور رسولوں سے حسد کرتا چلا آیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا کے نبیوں اور ماموروں کے وقت ان لوگوں کی سخت پردہ دری ہوتی ہے۔ کیونکہ دراصل وہ ناقص ہوتے ہیں اور بہت کم حصہ نور سے رکھتے ہیں اور ان کی دشمنی خدا کے نبیوں اور راستبازوں سے محض نفسانی ہوتی ہے۔ اور سراسر نفس کے تابع ہو کر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دلوں میں محسوس بھی کرتے ہیں کہ خدا کے ایک پاک دل بندہ کو ناحق ایذا پہنچا کر خدا کے غضب کے نیچے آ گئے ہیں اور ان کے اعمال بھی جو مخالف کارستانیوں کے لئے ہر وقت ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں ان کے دل کی قصوروار حالت کو ان پر ظاہر کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجن عداوت کے گڑھوں کی طرف ان کو کھینچے لئے جاتا ہے۔ یہی اسباب تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے وقت میں مشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں کو نہ صرف حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کر دیا۔ لہٰذا وہ اس فکر میں لگ گئے کہ کس طرح اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں۔ اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے انکے مخالفوں نے بباعث اس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل ودماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں مال میں کثرت جماعت میں عزت میں مرتبت میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہؓ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ آسمانی پودا زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اٹھا نہیں رکھا تھا اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیر جم جائیں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو ان کے دلوں میں ایک رعب ناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کاروائیاں ان سے ظہور میں آئیں۔‘‘

(گونمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 3-5)

اس زمانہ میں بھی امام الزمان کی مخالفت میں پیش پیش یہی طبقہِ علماء ہے جو معاندانہ کاروائیوں میں سرگرمی دکھا رہا ہے۔ ان کی علمی و دینی حالت پر یہی کہنا کافی ہے کہ دینِ ملاں فی سبیلِ اللہ فساد۔ اس زمانہ کے ان نام نہاد علماء کے فتنہ وشر سے تو نبی اکرم ﷺ نے بھی خبردار فرمایا تھا۔ اس لئے اگر یہ امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام اور انکی جماعت کی مخالفت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں تو حیرت کی بات نہیں ہے۔

مذہبی امور میں عدم دلچسپی

قوموں میں جب گمراہی عام ہوتی ہے تو ایک وبال یہ بھی آتا ہے کہ دنیاوی ترجیحات سبقت لے جاتی ہیں اور مذہب میں عدم دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور قوم بحیثیت مجموعی حقیقی دینی علوم سے محروم ہو جاتی ہے اور لوگ خالص علمی و دینی امور کو بھی دنیاوی طور طریق پر محمول کرنے لگتے ہیں۔ اس حقیقت کو بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے انبیاء کی مخالفت کی ایک وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’جن قوموں سے ہمارے نبی ﷺ کا واسطہ پڑا ان کو مذہبی امور میں دلائل سننے یا دلائل سنانے سے کچھ غرض نہ تھی بلکہ انہوں نے اٹھتے ہی تلوار کے ساتھ اسلام کو نابود کرنا چاہا اور عقلی طور پر اسے رد کرنے کے لئے قلم نہیں اٹھائی۔‘‘

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 92)

دینی معاملات میں اختلاف کو علمی مباحث سے حل کرنا چاہئے۔ اس دور میں بھی مذہب کی بنیاد پر قتل وغارت کے فتوے تو عام ملتے ہیں اور بھولے لوگ ان جاہلانہ فتووں کی بنیاد پر دینی معاملات کے اختلاف پر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اسکی وجہ دین سے دوری اور بے رغبتی ہے ورنہ حقیقی عالم ہمیشہ دلائل سے دلائل کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ تلوار سے۔

ایمان کی حقیقت سے ناواقفیت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے انبیاء کی مخالفت کی ایک وجہ ایمان کی حقیقت سے ناواقفیت بیان فرمائی ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

’’سعید آدمی کی پہلی نشانی یہی ہے کہ اس بابرکت بات کو سمجھ لے کہ ایمان کس چیز کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جس قدر ابتدائے دنیا

سے لوگ انبیاء کی مخالفت کرتے آئے ہیں ان کی عقلوں پر یہی پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ جب تک دوسرے امور مشہودہ محسوسہ کی طرح انبیاء کی نبوت اور ان کی تعلیم کھل نہ جائے۔ تب تک قبول کرنا مناسب نہیں۔ اور بیوقوف یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ کھلی ہوئی چیز کو ماننا ایمان میں کیونکر داخل ہوگا۔ وہ تو ہندسہ اور حساب کی طرح ایک علم ہوا نہ کہ ایمان۔ پس یہی حجاب تھا کہ جسکی وجہ سے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اوائل میں ایمان لانے سے محروم رہے۔ اور پھر جب اپنی تکذیب میں پختہ ہوگئے اور مخالفانہ رویوں پر اصرار کر چکے اس وقت آنحضرت ﷺ کے کھلے کھلے نشان ظاہر ہوئے تب انہوں نے کہا کہ اب قبول کرنے سے مرنا بہتر ہے۔ غرض نظر دقیق سے صادق کے صدق کو شناخت کرنا سعیدوں کا کام ہے۔ اور نشان طلب کرنا نہایت منحوس طریق اور اشقیا کا شیوہ ہے۔ جس کی وجہ سے کروڑ ہا منکر ہیزم جہنم ہو چکے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اپنی سنت کو نہیں بدلتا۔''

(مکتوبات احمد۔ جلد 2، جدید ایڈیشن، مکتوب نمبر 8 ملفوف، صفحہ 177-178)

مخالفت صداقت کی علامت

مامورین کی صداقت کی ایک واضح علامت مخالفت و استہزا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ:

یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ۝ (سورۃ یٰس 36:31)

وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

اس دَور میں بھی کئی مدعیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض نے تو خدائی تک کے دعوے کئے ہیں اور نبوت اور امامت کا دعویٰ کرنے والے بے شمار ہیں وہ لوگوں کو التجا سے دعوت دیتے ہیں کہ ان کی مخالفت کی جائے تا ان کی شہرت بھی ہو اور مذکورہ بالا آیت اور انبیا صادقہ کی سنت سے تصدیق ہو لیکن کوئی ان کی مخالفت پر وقت صرف کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ہاں جو خدا کی طرف سے ہوں ان کی مخالفت نہایت زور و شور سے ہوتی ہے۔ جو ان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر ان الفاظ میں روشنی فرمائی کہ:

''آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت میں ہزاروں ہزار لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر بھی آپؐ کی مخالفت کے لئے کمربستہ ہوئے۔ اپنے مالوں کا جانوں کا نقصان منظور کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کے لئے دن رات تدبیروں منصوبوں میں کوشاں ہوئے مگر دوسری طرف مسیلمہ تھا ادھر کسی کو توجہ نہ تھی۔ اس کی مخالفت کے واسطے کسی کے بھی کان کھڑے نہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے واسطے جس طرح گھر گھر میں پھوٹ اور جدائی ہوتی تھی۔ مسیلمہ کے واسطے ہرگز نہ ہوئی۔ غرض صادق کے واسطے ہی ایک کشش ہوتی ہے جو دلوں کے ولولوں کو ابھارتی اور جوش میں لاتی ہے۔ سعیدوں کے ولولے سعادت اور اشقیا کے شقاوت کے رنگ میں پھل لاتے ہیں شقی چونکہ اسی فطرت کے ہوتے ہیں اس واسطے ان کے واسطے کشش بھی الٹے رنگ میں ثمرات لاتی ہے۔''

(ملفوظات۔ جلد 3، صفحہ 246)

ایلام یعنی دکھ برنگ انعام

وہ دکھ جو کسی کی محبت میں اٹھایا جاتا ہے اپنے اندر ایک لذت رکھتا ہے۔ اور خدا کے عاشق و محبّ سب سے زیادہ اس محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دکھوں پر لذت و سرور اٹھاتے ہیں۔ بلکہ ہر راحت اس محبت کی خاطر قربان کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے اپنی جانوں اور وطنوں کی قربانی میں خوشی محسوس کی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا کی محبت میں قید خانہ کی تکلیف کو آزادی پر ترجیح دی۔ الغرض ہر نبی و مامور من اللہ کے حالاتِ زندگی اس بات کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا دکھوں میں لذت حاصل کرنے کے بارہ میں نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

''یاد رکھو مومن کا ایلام برنگ انعام ہو جاتا ہے۔ اور اس سے عوام کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ کی تیرا سالہ زندگی جو مکہ میں گزری اس میں جس قدر مسائل اور مشکلات آنحضرت ﷺ پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ حوصلگی، فراخدلی اور استقلال اور عزم و استقامت کا پتہ چلتا ہے کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے منصب کے ادا کرنے میں ایک لحہ سست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اسکے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔ بعض لوگ غلط فہمی سے کہہ اٹھتے ہیں کہ آپؐ تو خدا کے حبیب مصطفیٰ اور مجتبیٰؐ تھے پھر یہ مصیبتیں اور مشکلات کیوں آئیں؟ میں کہتا ہوں کہ پانی کے لئے جب تک زمین کو کھودا نہ جاوے اس کا جگر پھاڑا نہ جاوے وہ کب نکل سکتا ہے۔ کتنے ہی گز زمین کو کھودتے چلے جائیں تب کہیں جا کر خوشگوار پانی نکلتا ہے جو مایہ حیات ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لذت جو خدا تعالیٰ کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم دکھانے سے نہیں ملتی جب تک ان مشکلات اور مصائب میں سے ہو کر انسان نہ گزرے۔ وہ لوگ جو اس کوچہ سے بے خبر ہیں وہ ان مصائب کی لذت سے کب آشنا ہو سکتے ہیں اور کب اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ جب آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی اندر سے ایک سرور اور لذت کا چشمہ پھوٹ نکلتا تھا، خدا پر توکل، اس کی محبت اور نصرت پر ایمان پیدا ہوتا تھا۔

محبت ایک ایسی چیز ہے جو سب کچھ کرا دیتی ہے۔ ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو محبوب کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ ایک عورت کسی پر عاشق تھی اس کو کھینچ کھینچ کر لاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے، ماریں کھاتی تھی مگر وہ کہتی تھی مجھے لذت ملتی ہے جبکہ جھوٹی محبتوں فسق و فجور کے رنگ میں جلوہ گر ہونے والے عشق میں مصائب اور مشکلات کے برداشت کرنے میں ایک لذت ملتی ہے تو خیال کرو کہ وہ جو خدا تعالیٰ کا عاشق زار ہو اس کے آستانہ الوہیت پر نثار ہونے کا خواہش مند ہو، وہ مصائب اور مشکلات میں کس قدر لذت پا سکتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت کو دیکھو مکہ میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچیں۔ بعض ان میں سے پکڑے گئے قسم قسم کی تکلیفوں اور عقوبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر سختیاں کی گئیں کہ ان کے تصور سے بدن کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ مکہ والوں سے مل جاتے تو اس وقت وہ بظاہر ان کی بڑی عزت کرتے، کیونکہ وہ ان کی برادری ہی تو تھے۔ مگر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو مصائب اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا، وہ وہی لذت اور سرور کا چشمہ تھا جو حق کے پیار کی وجہ سے ان کے سینوں میں پھوٹ نکلا تھا۔ ایک صحابی کی بابت لکھا ہے کہ جب اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس نے کہا کہ میں وضو کرتا ہوں آخر لکھا ہے کہ سر کاٹو تو سجدہ کرتا ہے، کہتا ہوا مر گیا۔ اس وقت اس نے دعا کی کہ یا اللہ! حضرتؐ کو خبر پہنچا دے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت مدینہ میں تھے جبرائیل نے جا کر السلام علیکم کہا اور آپ نے علیکم السلام کہا اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔

(باقی صفحہ 27)

28 مئی 2010ء کے واقعۂ لاہور کے نتائج

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کراچی

28 مئی 2010ء کو لاہور میں اللہ کے دو گھروں میں اس کی عبادت کے لئے جمع، اس کے فرمانبردار، نیک اور پُرامن بندوں پر قانون و انصاف کے نگہبانوں کی پشت پناہی کے ساتھ چند گم نام بزدل کٹھ پتلیوں نے حملہ آور ہو کر 86 جانوں کا خون ناحق اپنی گردنوں پر لیا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ جانیں دینے والے آج چار سال بعد بھی لاکھوں محبت کرنے والے دلوں کی دھڑکنوں میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی اس حکم الٰہی کے تابع ہے:

وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o

(سورۃ بقرہ 2:155)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

ان جانے والوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں نذر کی تھیں۔ یہ حقیقت اوّل گھڑی سے روشن تھی اور اسی لئے ان کے محبت کے مارے ہوئے ماں باپ، بیوی بچے، بہن بھائی اور دیگر قرابت داروں نے اور ان سب نے جو گو خونی رشتہ تو نہ رکھتے تھے لیکن رحماء بینھم کی خوش خبری کے تحت باہمی محبت کی ڈور سے بندھے ہوئے تھے۔ صدمہ کی اس جان لیوا گھڑی میں کمال درجہ استقلال کے ساتھ بے مثل صبر کرنے اور زبانوں کو اس اظہار کا پابند رکھنے کی توفیق پائی کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن یعنی ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں' اور اپنے دلوں کی لگی اور آنکھوں کی جھڑی کو صرف اور صرف اپنے ربّ کے حضور پیش کیا۔

اور نتیجتاً وہ سب ایسے صابر ٹھہرے جن کے حق میں قرآن کریم میں یہ بشارتیں مقدر کی گئیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o

(سورۃ بقرہ 2:158)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

''صلوٰۃ کا تعلق روحانی انعامات سے ہوتا ہے اور رحمت کا تعلق ان مادی تعلقات سے ہوتا ہے جو ماحول سے تعلق رکھتے ہیں پس بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے والوں کو روحانی برکات سے بھی مستفیض کرتا ہے اور انہیں مادی فوائد اور ترقیات جو ماحول سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی عطا کرتا ہے۔''

(تفسیر کبیر۔ جلد دوم، صفحہ 303-304)

آیت میں مذکور ہدایت کے مضمون کی وضاحت میں آپ نے فرمایا:

''غرض تین قسم کے انعامات کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱) اول ہدایت کی راہوں میں ترقی

(۲) دوم مشکلات میں صحیح راہنمائی

(۳) سوم خدا تعالیٰ کا دائمی وصال۔''

(تفسیر کبیر۔ جلد دوم، صفحہ نمبر 304)

ان بشارتوں کے عین مطابق یہ قربانیاں اللہ کی راہ میں قبول ہوئیں اور پے در پے ہر قسم کے انعام نازل ہوئے۔ امام وقت نے آسمانی روشنی کے تحت جماعت کی ان مشکلات سے نجات کی طرف راہنمائی فرمائی۔ روحانی برکات کا موسلا دھار برسا اور مادی ترقیات بھی بے حساب حاصل ہوئیں۔ ان سب کا کچھ ذکر درج ذیل ہے:

مشکلات میں صحیح راہنمائی

مشکل کے اس وقت میں کہ جب شہداء اور زخمیوں سے متعلق ہزارہا افراد جماعت اس ذاتی نقصان پر دل گرفتہ تھے اور ان سے محبت کے رشتہ میں بندھی ساری جماعت دکھی۔ امام وقت نے الٰہی روشنی کے تابع جماعت کی بہترین راہنمائی فرمائی اور ان مشکلات سے نکلنے کے اصل اور ممکن طریق دعاؤں، نوافل اور نفلی روزوں کی طرف ہدایت فرمائی۔

ا۔ دعائیں

اول راستہ اس بھاری غم سے دکھے دلوں کے نالوں اور درد سے بھری آنکھوں سے جاری آنسوؤں کو اللہ کے حضور پیش کرنا تھا کہ اللہ ہی صبر دینے والا اور مداوا کرنے والا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقعہ والے دن خطبہ جمعہ میں اس راستہ کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

''پس جب یہ دشمنیاں بڑھ رہی ہیں۔ ... ہمیں دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ... احمدی اپنی دعاؤں میں مزید درد پیدا کریں۔''

(خطبہ فرمودہ 28 مئی 2010ء۔ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 18 جون تا 24 جون 2010ء، صفحہ 7)

اگلے خطبہ جمعہ میں معین دعاؤں کی یوں راہنمائی فرمائی:

''دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے

اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم

کی دعا بہت پڑھیں۔

ربّ کل شیءٍ خادمک ربّ فاحفظنی و انصرنی وارحمنی

کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں

کریں۔ثبات قدم کے لئے دعائیں کریں۔ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں روئیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 جون 2010ء۔ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 25 جون تا یکم جولائی 2010ء،صفحہ 8)

نیز فرمایا:

’’پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہیئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 جون 2010ء۔ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 25 جون تا یکم جولائی 2010ء صفحہ 7)

بعد ازاں 30 جولائی 2010ء کو جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز نے پہلے بتائی گئی دو دعاؤں سمیت دس دعاؤں کو باقاعدہ کرتے رہنے کی تلقین فرمائی۔ان دعاؤں میں قرآن کریم میں مذکور اور آں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ دعائیں شامل تھیں۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔20 اگست 2010ء)

آپ نے اپنے اس خطاب میں مجموعی طور پر ایمانی ترقی کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا:

’’عبادتوں اور قربانیوں اور زہد اور تقویٰ کے معیار بہتر کرنے کی طرف توجہ کرتے جائیں۔‘‘

دعاؤں اور ان کے عظیم الشان ممکنہ نتائج کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے 7 اکتوبر 2011ء کو ان الفاظ میں پھر توجہ دلائی۔

’’صبر کے جذبات کو نتیجہ خیز بنانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے آگے جھک جائیں۔ دعاؤں سے اپنی سجدہ گاہیں تر کر لیں۔اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے ہلانے کے لئے وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لئے فتوحات کے دروازے کھول دئے تھے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔28 اکتوبر تا 3 نومبر 2011ء،صفحہ 6)

’’تم میں سے ہر ایک خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو یقیناً ہمارے لئے جوش میں ہے پہلے سے بڑھ کر جوش میں آئے اور ہمیں ان ظالموں سے نجات دلوائے۔اگر سو فیصد میں انقلاب پیدا نہیں ہوتا تو ہمارے میں سے اکثریت میں اگر یہ انقلاب پیدا ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم پہلے سے بڑھ کر فتوحات کے نظارے دیکھیں گے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 28 اکتوبر تا 3 نومبر 2011ء،صفحہ 7)

2۔نوافل

3 دسمبر 2010ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے ساتھ دو نوافل روزانہ کی ادائیگی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

’’پس ان حالات میں دنیا بھر کی جماعتوں کے تمام افراد کو مَیں خاص طور پر اپنے مظلوم اور تکلیف اور مشکلات میں گرفتار بھائیوں کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہر احمدی کم از کم دو نفل روزانہ صرف ان لوگوں کے لئے ادا کریں جو احمدیت کی وجہ سے کسی بھی قسم کی تکلیف میں مبتلا ہیں جو ظالمانہ قوانین کی وجہ سے اپنی شہری اور مذہبی آزادیوں سے محروم کر دئے گئے ہیں۔اسی طرح جماعتی ترقی کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کریں۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔24 تا 31 دسمبر 2010ء،صفحہ 6)

3۔نفلی روزہ

7 اکتوبر 2011ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے ساتھ ہفتہ وار نفلی روزہ رکھنے کی ان الفاظ میں تحریک فرمائی:

’’پاکستان میں رہنے والے احمدیوں کو مَیں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ دعاؤں کی طرف، صرف عام دعائیں نہیں بلکہ خاص دعاؤں کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ دیں بلکہ ان دعاؤں کے ساتھ ہفتہ میں ایک نفلی روزہ رکھنا شروع کر دیں۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔28 اکتوبر تا 3 نومبر 2011ء،صفحہ 6)

ہدایت کی راہوں میں ترقی

ان قربانیوں کے نتیجہ میں قرآنی ارشاد کے مطابق جماعت نے ہدایت کی راہوں میں غیر معمولی ترقی کی۔ایمانی ترقی کے ساتھ قربانیوں کے میدان میں بھی تیزی سے قدم بڑھایا۔ نہ صرف اموال کی قربانیوں میں بلکہ مزید جانوں کی قربانی میں بھی ترقی نمایاں ہے۔

ایمانی ترقی

اس واقعہ کے اولین متاثرین شہداء کے لواحقین تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے صبر کی دولت سے اتنا مالا مال کئے گئے کہ مثال بن گئے۔ جو بھی انہیں ملا اس غیر معمولی جذبہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح نے غیر ملکی احمدیوں کو ان کی تالیف قلوب کے لئے بھجوایا تو یہ لوگ خود ان آنے والوں کے لئے ایمان میں ترقی کا باعث ہوئے ایک وفد کے اراکین نے حضرت خلیفۃ المسیح کو رپورٹ دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے:

’’ان شہداء کے عزیزوں، والدین، بیوی بچوں سے مل کر ہمارے ایمان میں اضافہ ہوا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 2010ء۔ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔21 تا 27 جنوری 2011ء،صفحہ 6)

اس واقعہ نے ہر احمدی کو اللہ سے قرب کی راہوں میں مزید پیش قدمی کی طرف متحرک کیا۔نوافل اور نفلی روزوں کی برکت سے ایمانی ترقی اور قبولیت دعا کے نشان گھر گھر جاری ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کا ذکر کرتے ہوئے 7 اکتوبر 2011ء کے اپنے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرما رہا ہے بلکہ ہماری معمولی دعاؤں کو، ہماری معمولی کوششوں کو اپنی رحمتِ خاص سے اتنے پھل لگا رہا ہے کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بڑھتا ہے۔... پھر پاکستان میں بھی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان میں ترقی کر رہی ہے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل ہیں جو وہ دیکھ رہی ہے اور پھر دنیا میں جس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کو متعارف کروا رہا ہے اور ترقیات دکھا رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہماری معمولی کوششوں اور معمولی دعاؤں کے پھل ہیں۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 28 اکتوبر تا 3 نومبر 2011ء،صفحہ 7)

مالی قربانی میں ترقی

اموال کی قربانی میں بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کی توفیق کو بڑھایا اور اس سال 31 اکتوبر کو ختم ہونے والے تحریک جدید کے مالی سال میں جماعت کو گذشتہ سال سے 5,24,000 پونڈ زائد قربانی کی توفیق دی۔اس قربانی میں لاہور کا بدستور اول نمبر پر رہنا یقیناً اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور اس شہر کے احمدیوں کی مالی قربانیوں کی قبولیت پر دال ہے، حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 نومبر 2010ء میں فرمایا:

’’لاہور کی جماعت جہاں جانی قربانی میں بھی صف اول میں آ گئی ہے وہاں انہوں نے تحریکات میں بھی، مالی قربانیوں میں بھی اپنا اعزاز قائم رکھا ہے اور تحریک جدید کی مالی قربانی میں بھی جیسا کہ میں نے بتایا اول نمبر لاہور کا ہے۔لاہور کی جماعت کے شہداء کے جو غم تھے اس غم نے انہیں مایوس نہیں کیا، پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قربانی میں مزید تیزی پیدا ہوئی ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 26 نومبر تا 2 دسمبر 2010ء،صفحہ 8)

2013ء میں تحریک جدید کی یہ قربانی 78,69,100 پونڈ کو پہنچ گئی۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 29 نومبر تا 5 دسمبر 2013ء صفحہ 5)

یعنی 2010ء کی 54,68,500 پونڈ قربانی پر ان تین سالوں میں 24,00,600 پونڈ کا اضافہ ہوا ہے جو 44 فیصد بنتا ہے یہ اللہ کے خاص فضل کا آئینہ دار ہے۔

اس سال وقف جدید کا مالی سال 31 دسمبر کو ختم ہوا۔ اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

’’الحمد للہ اس سال میں اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل ہوئے اور وقف جدید میں جماعت کو انتالیس لاکھ تراسی ہزار پونڈ سے اوپر کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی اور گزشتہ سال کے مقابلہ میں یہ قربانی اللہ کے فضل سے چھ لاکھ چونسٹھ ہزار سے زائد ہے اور اس میں قربانی کے لحاظ سے حسب معمول اور حسب سابق پاکستان پہلے نمبر پر ہے۔ ... پاکستان کے جو نتائج ہیں اس کے لحاظ سے اول لاہور ہے۔ ... اطفال میں اول لاہور۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔25 جنوری تا 3 فروری 2011ء صفحہ 6)

یہ اضافہ تقریباً 19 فیصد تھا۔ اور مئی کے واقعہ کے تناظر میں لاہور کا اپنی اولیت کا مقام برقرار رکھنے کی توفیق پانا ان قربانیوں کی قبولیت کا مظہر ہے۔

2013ء میں وقف جدید میں مالی قربانی چون لاکھ چوراسی ہزار پونڈ تک پہنچ گئی۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 24 تا 30 جنوری 2014ء صفحہ 9)

یوں بشمول 2010ء 19,65,000 پونڈ کا اضافہ ہوا یعنی 2009 کے مقابلہ میں تقریباً 56 فیصد زائد۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل پر شاہد ہے۔

وقت کی قربانی میں ترقی

وقت کی قربانی جماعت کا شعار ہے اور ہمیشہ سے جاری ہے۔ تاہم واقعہ لاہور کے بعد اس میں جو ایک نئی جہت کا اضافہ ہوا جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

’’جان، مال، وقت کی قربانی کا جو انہوں (لاہور کی جماعت) نے عہد کیا تھا اس کو نبھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب نبھا رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کی دوسری جماعتیں بھی۔ 28 مئی کے واقعہ کے بعد سے مستقل طور پر نوجوان بھی اور ہمت مند انصار بھی اپنے وقت جماعت کو دے رہے ہیں۔ اور جو وقت کی قربانی کا عہد کیا تھا اس کو پورا کر رہے ہیں اور پھر یہ کہ ایسی جگہوں پر ڈیوٹیاں دینے کے لئے حاضر ہوتے ہیں جہاں ہر وقت جان کا خطرہ ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔26 نومبر تا 2 دسمبر 2010ء صفحہ 18)

مزید جانوں کی قربانی

مئی 2010ء میں 86 جانوں کی اللہ کی راہ میں اجتماعی قربانی ایک غیر معمولی واقعہ تھا جو تاریخ میں اپنی مثال آپ رہے گا۔ لیکن قربانیوں کا یہ سفر جاری رہا۔ عین اگلے دن 29 مئی 2010ء کو نارووال میں مکرم نعمت اللہ صاحب اور چوتھے سال کے اختتام پر 26 مئی 2014ء کو پاکستانی نژاد امریکن احمدی ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا اور یوں ان چار سالوں میں مزید 43 احمدیوں نے دلیرانہ اپنی جانیں قربان کر کے ہمیشہ کی زندگی پائی۔ ان شہداء میں نہ صرف پاکستان کے چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے شہداء ہیں۔ بلکہ دور دراز واقع انڈونیشیا کے جزیرہ جاوا میں تشدد کے ساتھ شہید کئے جانے والے تین شہداء اور امریکہ سے پاکستان آ کر قربان ہونے والے دو شہید بھی شامل ہیں۔ گو کراچی بڑی قربان گاہ رہا جہاں 17 احمدی شہید کئے گئے۔

شہداء کی یہ بڑی تعداد اس قربانی کا تسلسل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی افغانستان میں حضرت سید عبداللطیف شہیدؓ اور ان کے شاگرد حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ نے دی تھی اور جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں دی تھی:

’’میں نے کشفی حالت میں... دیکھا کہ ہمارے باغ میں ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے اور فرمایا ’سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن، جلد 20 صفحہ 75-76)

برکات اور رحمتوں کی بارش

واقعہ لاہور کے بعد گزرنے والے ان چار سالوں میں جماعت پر اللہ تعالیٰ نے برکات اور رحمتوں کی جو بارش برسائی اس کا شمار اور ذکر کسی کے بس میں نہیں۔ کہ یہ ہر روز بلکہ ہر گھڑی دنیا بھر میں بحیثیت مجموعی جماعت پر اور انفرادی طور پر ہر احمدی پر برس رہے ہیں۔ جماعت کے قدم ہر جگہ اور ہر لحاظ سے ترقی پذیر ہیں۔ ان ترقیات کا اس اجتماعی قربانی سے تعلق حضور نے یوں ذکر فرمایا:

’’دنیا کی ترقیات میں پاکستان کے احمدیوں کی قربانیوں اور دعاؤں کا بہت بڑا حصہ ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔28 اکتوبر تا 3 نومبر 2011ء صفحہ 7)

2010ء کے ختم ہونے پر حضورِ انور نے اس سال دی جانے والی اجتماعی قربانی کی قبولیت کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے جس کثرت سے اس سال احمدیت کے خوبصورت پیغام کو دنیا کے امیر ملکوں میں بھی اور غریب ملکوں میں بھی متعارف کروانے کا سامان پیدا فرمایا ہے یہ خدا تعالیٰ کے بے انتہاء فضلوں اور برکتوں کا ہی نظارہ ہے۔ اس سال ان شہداء کی قربانیوں نے جس طرح ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے اسلام کے خوبصورت اور پرامن پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع دیا ہے اس کثرت سے جماعت کا تعارف اور اسلام کا پیغام پہلے کبھی نہیں پہنچا۔ ... یقیناً یہ بات ان قربانیوں کی قبولیت کا ایک حصہ ہے، ایک جزو ہے۔ اور آئندہ دنیا کے افق پر جو فتوحات ابھر رہی ہیں وہ اس سے بڑھ کر انشاء اللہ تعالیٰ اس مہک کا نظارہ دکھانے والی ہیں۔‘‘

(خطبہ فرمودہ 31 دسمبر 2010ء ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔21 جنوری تا 27 جنوری 2011ء صفحہ نمبر 6)

آئندہ فتوحات کی اس پیش خبری کے عین مطابق ان چار سالوں میں انعامات الٰہی مسلسل برسے۔ 2011ء، 2012ء، 2013ء کے برطانیہ کے جلسوں میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ ایسے افضال میں سے چند درج ذیل ہیں۔

2010ء

تعداد نومبائعین: 458,760

تعداد نئی جماعتیں: 742

نئی تعمیر ہونے والی مساجد: 115

تعداد بنی ہوئی مساجد: 179

تعداد نئے مشن ہاؤسز: 87

تعداد نئے واقفینِ نَو: 2139

تعداد تقسیم پمفلٹس و فولڈرز: 38 لاکھ 30 ہزار

2011ء

تعداد نومبائعین: 480,000

تعداد نئی جماعتیں: 1018

نئی تعمیر ہونے والی مساجد: 121

تعداد بنی ہوئی مساجد: 298

تعداد نئے مشن ہاؤسز: 121

تعداد نئے واقفینِ نَو: 3176

تعداد تقسیم پمفلٹس و فولڈرز: 76 لاکھ 78 ہزار

2012ء

تعداد نومبائعین: 512,352

تعداد نئی جماعتیں:957

نئی تعمیر ہونے والی مساجد:119

تعداد بنی ہوئی مساجد:219

تعداد نئے مشن ہاؤسز:117

تعداد نئے واقفینِ نَو:3496

تعداد تقسیم پمفلٹس وفولڈرز:52لاکھ 74ہزار

2013ء

تعداد نومبائعین:540,782

تعداد نئی جماعتیں:1052

نئی تعمیر ہونے والی مساجد:136

تعداد بنی ہوئی مساجد:258

تعداد نئے مشن ہاؤسز:121

تعداد نئے واقفینِ نَو:2801

تعداد تقسیم پمفلٹس وفولڈرز:57لاکھ 10ہزار

تین سالوں کا میزان

تعداد نومبائعین:1,533,134

تعداد نئی جماعتیں:3027

نئی تعمیر ہونے والی مساجد:376

تعداد بنی ہوئی مساجد:775

تعداد نئے مشن ہاؤسز:359

تعداد نئے واقفینِ نَو:9473

تعداد تقسیم پمفلٹس وفولڈرز:ایک کروڑ86لاکھ 62ہزار

اوسطاً فی سال

تعداد نومبائعین:511,045

تعداد نئی جماعتیں:1,009

نئی تعمیر ہونے والی مساجد:125

تعداد بنی ہوئی مساجد:258

تعداد نئے مشن ہاؤسز:120

تعداد نئے واقفینِ نَو:3,157

تعداد تقسیم پمفلٹس وفولڈرز:62لاکھ 21ہزار

ان تین سالوں کے مجموعی افضال کی سالانہ اوسط کا2010ء کے مقابلہ میں غیر معمولی زیادہ ہونا ظاہر ہے۔

سال2014ء کا ایسا ذکر ابھی باقی ہے۔تاہم ہوا کے رخ کا اندازہ حضور انور کے2013ء کے امریکہ اور کینیڈا کے دورہ کی ایک اس بات سے ہوسکتا ہے:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دورہ سے محتاط اندازہ کے مطابق بیس ملین سے زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچا۔۔۔اتنی بڑی تعداد میں پیغام پہنچانا اور پھر لوگوں کی آوازیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام اور جماعت کے حق میں اٹھانا، یہ انسانی کوشش سے یقیناً نہیں ہوسکتا تھا۔یہ اللہ تعالیٰ کی چلائی ہوئی ہوا ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔21جون2013ء)

فلائرز

2011ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فلائرز کی تقسیم کے ذریعہ جماعت کو متعارف کروانے کا ارشاد فرمایا۔اس بابرکت تحریک کے نتیجہ میں دنیا کے بیشتر ممالک میں ان تین سالوں میں جو فلائرز تقسیم ہوئے ان کی تعداد 2 کروڑ 15لاکھ 92ہزار ہے۔اگر ایک فلائر کو اوسطاً پانچ افراد نے پڑھا ہو تو اس طریق سے جماعت کا پیغام100ملین (دس کروڑ) لوگوں تک پہنچا۔

ایم ٹی اے میں ترقی

ایم ٹی اے اللہ کے ایک عظیم فضل کا نام ہے جو خلافت رابعہ میں جماعت کو عطا ہوا۔اس گزرتے وقت کے ساتھ اس میں کئی جہتوں سے ترقی ہوتی رہی۔ان تین سالوں میں اس ادارہ میں درج ذیل ترقیات ہوئیں:

2010ء کے آخری خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے اس سال ہمیں یہ بھی ایک فضل عطا فرمایا کہ رشین ڈیسک کے ذریعہ سے ایم ٹی اے پر رشین پروگرام بھی اب جاری ہیں۔خطبات کا ترجمہ بھی اور ویب سائٹ بھی شروع ہوگئی ہے۔پہلے کہیں اِکا دُکا مجھے رشین احمدیوں کے خطوط آیا کرتے تھے اور وہ تھے بھی چند ایک لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تعداد سینکڑوں میں ہوگئی ہے۔‘‘

(خطبہ فرمودہ31دسمبر2010ء۔ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔21جنوری تا27جنوری2011ء صفحہ8)

II۔ 2011ء میں تراجم کی Streaming اور موبائل فون Streams کا اجراء ہوا۔

III۔ 2013ء میں MTA پر Video On Demand کا اجراء ہوا۔

اس کے علاوہ Alislam ویب سائٹ پر روحانی خزائن کے لئے ایک Search Engine ڈالا گیا ہے۔

(خطبہ فرمودہ31دسمبر2010ء۔ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔21جنوری تا27جنوری2011ء صفحہ8)

جامعات میں ترقی

اس عرصہ میں 26اگست2012ء کو انٹرنیشنل جامعۃ المبشرین غانا کا آغاز ہوا۔اور یوں بیرون ملک جامعات میں ایک اہم اضافہ ہوا۔21اکتوبر2012ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جامعہ احمدیہ برطانیہ کی نئی عمارت کا افتتاح فرمایا۔اس کے علاوہ حضور انور نے16دسمبر2012ء کو جرمنی کی جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح بھی فرمایا۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔یکم مارچ2013ء)

(باقی آئندہ)

جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی حفاظت کریں

جماعت احمدیہ کے اخبارات، رسائل وجرائد وغیرہ دنیاوی آلائشوں سے بالاتر دینی اور دنیوی علوم کا خزانہ ہے۔قومی اُمنگوں اور ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔اِن میں آیات قرآنی، احادیث نبویہؐ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ ملفوظات اور تحریرات کے علاوہ ڈھیروں مقدس حوالہ جات بھی شامل ہوتے ہیں جن کا مطالعہ کرنا، اِن کو دوسروں تک پہنچانا، اِن پر عمل کرنا اور اِن کے ذریعے بچوں کی تعلیم وتربیت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اِن کی حفاظت اور اِن کو ترتیب سے ریکارڈ میں رکھنا ہماری اوّلین ذمہ داری ہے۔

احباب جماعت کو دینی تعلیم وتربیت پر مشتمل یہ مواد احترام کا تقاضا کرتا ہے۔اس کو ردّی میں پھینک دینا اس کے احترام کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔اگر سنبھالنا ممکن نہ ہو تو احتیاط کے ساتھ اس کو تلف کریں کہ ان مقدس تحریرات کی بے حرمتی نہ ہو۔

امید ہے احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور ان سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے ان کے ادب واحترام کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

پس (اے جن و اِنس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے

میرا گھر میری جنت

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا کے شمارہ اپریل 2014ء میں محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ''میرا گھر، میری جنت'' کے نام سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جس میں ایک مثالی احمدی گھرانے کا خاکہ پیش کیا گیا تھا، کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک احمدی گھرانے کو کیسا ہونا چاہئے۔

زیرِ نظر مضامین اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں جو ایک بہن نے بھجوایا ہے۔ محترم امیر صاحب کی ہدایت کے مطابق یہ مضامین بغیر نام کے شائع کئے جا رہے ہیں۔

محترم امیر صاحب نے قارئین سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے مثالی گھرانے کی عملی تصویر کو ضبطِ تحریر میں لائیں جو دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہو سکے۔

(ایڈیٹر)

جب سے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی بچوں میں علیحدگی کے بڑھتے ہوئے رجحان پر تشویش کا اظہار فرمایا ہے اور میرا خود بھی ان بچوں سے بات سننے کا اتفاق ہوا تو میں نے یہی تجزیہ کیا ہے کہ آج کی نسل صبر، سمجھوتہ، اعتماد باہمی اور قوتِ برداشت کو بھول چکی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اَنا کا مسئلہ بنا لینے سے بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے کہ وہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لڑکی کی مثال تو ایک پودے کی سی ہے۔ اُس پودے کو جڑیں پکڑنے، پھلنے پھولنے اور پھل دینے میں کچھ وقت درکار ہے۔ آخر وہ اپنے والدین کا گھر، بہن بھائی سب کچھ چھوڑ کر ایک نئی جگہ آتی ہے تو خاوند کو چاہیئے اُسے اعتماد اور تحفّظ دے۔ اگر اُس میں کوئی عیب ہے تو اعلیٰ ظرفی اور تقویٰ کے لباس سے اُسے ڈھانپ لے تو عورت اُس کے لئے ہر طرح کی تکلیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ یہی بات سوچتے ہوئے آج میں نے قلم اُٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔ ہو سکتا ہے یہ باتیں ہماری نئی نسل کی راہنمائی کا موجب ہوں۔ یہ داستان بہت طویل ہے لیکن میں اِسے مختصراً تحریر کروں گی۔

میرا تعلق ربوہ کے انتہائی معزز خاندان سے ہے۔ میرے خسر (مرحوم) بہت مخلص احمدی تھے اور میری امّی کے پھوپھی زاد تھے۔ اُن کی بیگم (مرحومہ) اور دونوں بیٹیاں احمدی نہیں تھیں۔ اُن کا ایک ہی بیٹا تھا اور میرے خسر کی یہ خواہش تھی کہ اُن کے بیٹے کا رشتہ احمدی خاندان میں ہوتا کہ اُن کے خاندان اور آنے والی نسلوں میں احمدیت قائم رہے۔ وہ ہر سال جلسے پر ربوہ تشریف لاتے اور میرے والدین سے رشتے کی خواہش کرتے۔ میرے والدین نے اُن کی اِس بات کا احترام کرتے ہوئے میرا رشتہ طے کر دیا۔ اُس وقت میں فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی۔ ایک سال بعد میری شادی ہوئی لیکن شادی کے بعد مجھے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سُسرال کا ماحول ربوہ سے بالکل مختلف تھا۔ انتہائی جہالت، بد رسومات، پیری فقیری، تعویذ گنڈے اور مزاروں پر حاضری ہر گھر میں عام تھی۔ شبِ برات کی رسم، گیارھویں کا ختم، کونڈے، میلاد جیسی رسموں کو بہت بڑی نیکی سمجھ کر کیا جاتا۔ میں نے یہ سب کچھ کبھی نہ دیکھا تھا۔ میرا دل بہت خراب ہوتا لیکن صبر اور دعا کے سوا میں اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔ ویسے بھی نہ تو وہاں کوئی احمدی گھر تھا اور نہ ہی جماعت تھی اِس لئے میں نے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے محلّے کی بچیوں کو قرآن پاک پڑھانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی سکول کا بنیادی سلیبس پڑھاتی تھی تا کہ اُن میں تعلیم حاصل کرنے کا شعور پیدا ہو جائے۔ مالی حالات کی تنگی کے باوجود کبھی کسی سے کوئی معاوضہ نہ لیا۔

میرے میاں اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ پہلے نو دس ماہ گزر گئے لیکن میرے ہاں اولاد نہ ہوئی۔ اِسی دوران میری والدہ مجھے ملنے آئیں۔ اُنہیں بتایا گیا کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے اگر تمہاری بیٹی کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو ہم زیادہ انتظار نہ کریں گے اور اپنے بیٹے کی دوسری شادی کر لیں گے۔ اِس بات کا میری والدہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اُنہوں نے مجھے بہت لاڈ پیار سے پالا تھا۔ اُنہیں اندازہ ہی نہ تھا کہ اُن کی لاڈلی بیٹی وہاں کن حالات میں ہے۔ شدید صدمے کی وجہ سے گھر جاتے ہی اُنہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ اُس کے بعد وہ چند ماہ زندہ رہیں اور وفات پا گئیں۔ میں اُن کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی کیونکہ ہمارے مالی حالات ایسے اچھے نہ تھے کہ گاڑی لے کر وقت پر پہنچ جاتے۔ میں جب وہاں پہنچی تو میری ماں اپنی آخری آرام گاہ میں جا چکی تھیں۔

اب سوچتی ہوں کہ میری ماں میرے حالات دیکھ کر کچھ کر تو نہ سکتی تھیں مجھے جاتے ہوئے خدا کے سپرد کر گئیں لیکن وہ راستہ جو نو یا دس گھنٹے کا تھا میرے لئے اُنہوں نے یقیناً بہت دعائیں کی ہوں گی جن کا پھل آج مجھے مل رہا ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا اور پہلے بیٹے سے نوازا۔ میرا بیٹا جب پیدا ہوا تو بہت تندرست تھا لیکن تین چار ماہ کے بعد اُس کی رنگت پیلی ہونا شروع ہوئی۔ ہم اُسے ہسپتال لے کر گئے۔ ڈاکٹر نے تمام ٹیسٹ کروانے کے بعد ہمیں بتایا کہ اُسے میجر تھیلے سیمیا ہے۔ ہمارے بھی بلڈ ٹیسٹ ہوئے۔ ہم دونوں میں مائنر تھا اِس لئے بچے میں میجر ہو گیا۔ اِس کا علاج صرف یہی تھا کہ ہر ماہ بلڈ لگوایا جائے لیکن یہ علاج بہت مہنگا تھا جس کے ہم متحمل ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر کسی سے کہتے کہ بلڈ دو تو وہ یوں سمجھتے تھے کہ ہم نے بلڈ دیا تو خود بیمار ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ میرے میاں نے اپنا خون بچے کو لگوایا۔ ایک ماہ بہت اچھا گزرا۔ دوسری دفعہ لاہور بلڈ بنک سے لے کر لگوانے گئے۔ اُس وقت پاکستان میں کراس میچنگ نہ تھی۔ بچے کو

ری ایکشن ہو گیا اور میرا گیارہ ماہ کا بچہ میری گود میں ہی دم توڑ گیا۔ ہم دونوں میاں بیوی ہسپتال میں اکیلے تھے۔ ایک دوسرے کو دلاسہ دیتے بچے کو لے کر گھر پہنچے اور انتہائی صبر کے ساتھ اللہ کی امانت اُسے سونپ دی۔ پھر اللہ نے مجھے دوسرے بیٹے سے نوازا۔ ہم بہت خوش تھے کہ اللہ نے ہمیں نعم البدل عطا فرمایا ہے۔ لیکن جب وہ بھی چار ماہ کا ہوا تو یہی پتہ چلا کہ اُسے بھی تھیلے سیمیا ہے۔ دیکھنے میں وہ بالکل تندرست لگتا تھا۔ ابھی وہ ڈیڑھ سال کا تھا کہ اللہ نے مجھے تیسرے بیٹے سے نوازا۔ وہ ابھی آٹھ ماہ کا تھا کہ دونوں بھائی اکیس دن کے وقفے سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنّا للہِ و اِنّا اِلیہِ راجعُون۔

اِس کے بعد تو میرے لئے آزمائشوں اور تکالیف کے سلسلے شروع ہو گئے۔ ویسے ہی میں اِس دوہرے صدمے سے نڈھال تھی۔ اس پر وہاں کے لوگ ہم دونوں کو گھیر لیتے اور کہتے کہ تم تائب ہو کر اسلام قبول کر لو۔ کلمہ پڑھ لو۔ کوئی کہتا فلاں پیر بہت پہنچا ہوا ہے اُس کی طرف چلو اور تعویذ لے کر آؤ۔ میں اُنہیں کہتی جس پیر کی میں نے بیعت کی ہے وہ کامل اور بہت پہنچ والے ہیں۔ مجھے کسی تعویذ اور پیر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مجھے کہا جاتا تمہیں تو قرآن کی آیات پر یقین نہیں ہے، وہ لکھ کر دیتے ہیں اور گھول کر پینا ہوتا ہے، دوائی سمجھ کر پی لینا۔ میں کہتی میرے پاس پورا قرآن موجود ہے اور میں نے ترجمے کے ساتھ پڑھا ہے میں اُن سے کیوں لکھوانے جاؤں۔ لیکن پھر بھی عمر چھوٹی تھی اور دباؤ بہت زیادہ تھا۔ ایک دو دفعہ مجھے لے بھی گئیں لیکن وہ سب تعویذ میں نے ایک پیپر میں لپیٹ کر ایک سوراخ میں چھپا دئے۔ لوگ مجھے مشورہ دیتے کہ تم نے چھوٹی سی عمر میں بہت بڑے صدمے دیکھ لئے اب کوئی فیصلہ کر لو اور اپنے خاوند سے خلع لے لو۔ لیکن میری آنکھوں کے سامنے اپنے ابا کا پُرنور پگڑی والا چہرہ آ جاتا کہ وہ جھک جائے گا تو میں یہ خیال فوراً جھٹک دیتی۔ میرے میاں سے بھی یہ سب کچھ کہا جاتا لیکن وہ بھی یہی کہتے کہ اُس کا کیا قصور ہے اللہ تعالیٰ اسی میں سے مجھے تندرست اولاد بھی دے گا۔ اور واقعی اگر مجھے میرے خاوند کی طرف سے اعتماد اور محبت نہ حاصل ہوتی تو شاید یہ سب کچھ برداشت کرنا میرے لئے بہت مشکل ہو جاتا۔ اُنہوں نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا اور ہم دونوں کی دعاؤں نے ہی ہمیں یہ طوفان کے دریا پار کرائے۔ (الحمد اللہ)۔

بچوں کی وفات کے بعد میرے ساتھ وہاں اچھوتوں کا سا سلوک ہوتا۔ لوگ اپنے بچے مجھ سے چھپا لیتے کہ اس کا سایہ ان پر نہ پڑ جائے۔ جہاں میں اپنے بچوں کے کپڑے دھوتی یا خود غسل کرتی تو کہا جاتا کہ اس پانی پر سے کوئی نہ گزرے ورنہ اُن کے بچوں کو یہ مرض لاحق ہو جائے گا۔ کوئی کہتا اس کا دودھ زہریلا ہے۔ کوئی کہتا اس کے رحم میں کینسر ہے یہ کہاں تندرست بچہ پیدا کر سکتی ہے۔ الغرض بے انتہا جاہلانہ اور دل دکھانے والی باتیں تھیں جو میں لکھنے لگوں تو صفحوں کے صفحے بھر جائیں اور یہ باتیں ختم نہ ہوں جو سن کر میرا دل خون کے آنسو روتا تھا لیکن اِن صدموں اور باتوں نے مجھے میرے اللہ کے اور بھی قریب کر دیا تھا۔ میں نمازیں پڑھتی، نفل ادا کرتی اور گھنٹوں سجدے میں اپنے پیارے اللہ سے باتیں کرتی۔ میں کہتی تھی کہ میرے اللہ! میری امّی تو فوت ہو گئیں تُو تو ستّر ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندے سے پیار کرتا ہے تو تُو میری ماں بن جا۔ اور واقعی میں اپنی معصومیت میں کبھی اللہ جی اور کبھی امی جی کہہ کر پیارے اللہ سے گھنٹوں باتیں کرتی۔ اور اکثر زیرلب یہ دعائیہ شعر پڑھتی:

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی

اِسی دوران ہم ربوہ ابّا جی کو ملنے گئے۔ اُنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کا وقت لیا۔ جب حضور کمرے میں تشریف لائے تو آتے ہی اُنہوں نے پوچھا بچے کہاں ہیں؟ اُن کا یہ پوچھنا تھا کہ ہم دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور ساری تفصیل بتائی کہ ڈاکٹر کہتے ہیں اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ آپ نے میرے میاں کو سینے سے لگایا، بہت دلاسہ دیا اور فرمایا:

''اللہ کے پاس تو علاج ہے''۔ اللہ آپ پر بہت فضل کرے گا اور تندرست اولاد بھی دے گا۔ یوں ہم غلام مسیح الزماں کی دعا لے کر لوٹے جو ہمارے لئے سب تعویذوں سے بڑھ کر تھی۔ دو سال کے بعد میرے پیارے اللہ نے مجھے میرے صبر کا میٹھا پھل دیا۔ بیٹے سے نوازا (الحمد اللہ) کہ اُسے تھیلے سیمیا نہیں تھا۔ اس بیٹے کے بعد اللہ نے مجھے بیٹی عطا فرمائی لیکن اسے میجر تھیلے سیمیا تھا۔ میری ایک بہن ربوہ میں رہتی تھیں۔ اُنہوں نے مجھے ہمیشہ ماں کا پیار دیا اور میرا اس مشکل وقت میں بہت ساتھ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے بہنوئی اور ساری فیملی کا میرے ساتھ بہت تعاون تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دو جہان کی نعمتوں سے نوازے (آمین)۔ اس وقت تک اس بیماری کے بارے میں کافی آگاہی ہو چکی تھی۔ انہوں نے کہا اس بچی کو میرے پاس چھوڑ دو۔ ربوہ میں بلڈ لگوانے کا انتظام ہے اور دینے والے بھی ہیں۔ یہ ہمارے لئے بہت کٹھن مرحلہ تھا اپنی چار ماہ کی بچی کو اپنے سے جدا کرنا۔ لیکن ایک تو اپنی اس عظیم بہن اور بہنوئی پر اعتماد اور پھر پیارے قادر خدا پر بھروسہ تھا کہ اس بات میں بھی کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ میرے چار بیٹے اوپر تلے اللہ کو پیارے ہوئے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے یہ اذن نہ تھا کہ باجی کہتیں ان میں سے کسی کو بھی ان کے پاس چھوڑ دوں کیونکہ ان کی زندگی نہیں لکھی تھی لیکن اس بچی کی زندگی خدا کو منظور تھی اس لئے اس حیّ قیوم خدا نے اس کے بچانے کے خود انتظام کئے۔ اس بات میں ہمارے لئے بھی ایک خوش خبری تھی جو آگے چل کر آپ کو بتاؤں گی۔

یہ تمام آزمائشیں اللہ کی طرف سے تھیں جن پر ہم نے ہمیشہ صبر کیا۔ کبھی کفر کا کلمہ منہ سے نہ نکالا۔ اس کی رضا پر ہمیشہ راضی رہے۔ لیکن اس کے علاوہ سسرال میں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر طعنہ زنی، لڑائیاں اور جہالت کا مظاہرہ ہوتا ان پر صبر اور برداشت ایسے تھا گویا اپنے نفس کو کچلنا یہ یکطرفہ لڑائیوں کا سلسلہ ایک دن میں ختم نہ ہوتا بلکہ آٹھ آٹھ دن چلتا ہی رہتا تھا۔ ایک بات جس کا مجھے کچھ عرصہ پہلے ہی پتہ چلا کہ ہمارے ایک محلّے کی بچی بیاہ کر یہاں آئی۔ اُس سے جب ملاقات ہوئی تو کہنے لگی آنٹی آپ کو پتہ ہے کہ آج بھی آپ کے صبر کی مثالیں ہمارے سارے خاندان میں دی جاتی ہیں۔ اگر ہم بہنوں میں سے کوئی سسرال کی شکایت والدین سے کرے تو آپ کی مثالیں دے کر ہمیں سمجھایا جاتا ہے۔ بہرحال یہ تو محض اللہ کا فضل ہے میں تو کچھ بھی نہیں۔

اُنہیں دنوں میرے شوہر اور اُن کی بہنوں کے درمیان اُن کے والد اور دادا کی جائیداد کی تقسیم کے لئے کوئی بات چل رہی تھی۔ میں اُن کے معاملے میں دخل نہ دیتی تھی لیکن ان لوگوں نے مجھے بھی اس میں ملوث کیا اور مجھے کہا کہ تم ہمارے بھائی (میرے شوہر) سے کہو کہ یہ گھر ہم بہنوں کے نام منتقل کر دے۔ میں نے انہیں کہا کہ میرا اس ٹوٹے پھوٹے گھر سے کوئی تعلق نہیں ہے مجھے تو میرے اللہ نے اتنا نوازا ہے کہ اس طرح کے میرے سرونٹ کوارٹرز ہوں گے۔ اللہ اکبر۔ آج بھی یہ بات سوچتی ہوں تو لگتا ہے دیوانے کی بڑ تھی پاس ایک روپیہ خرچ کرنے کو نہیں اور کہہ کیا رہی ہوں۔ لیکن یہ الفاظ میرے اللہ کے حکم سے میرے منہ سے نکلے تھے کیونکہ اس نے ایسا ہی کرنا تھا۔ اتنا کہہ کر بہت ڈری کہ میری شامت آئی آج میں نے جواب دیا ہے۔ اپنے کمرے میں گھس گئی اور سجدے میں گر گئی کہتی جا رہی تھی ''یا اللہ مجھے یہاں سے نکال''۔ مجھے یاد نہیں یہ الفاظ میں نے ہزار بار کہے یا لاکھ بار۔ میں تو کہتی کہتی وہیں سو گئی۔ لیکن میری آہیں اب عرش تک پہنچ چکی تھیں اور میری منشاء کے عین

مطابق میرے اللہ نے مجھے وہاں سے نکالنے کے انتظامات کر دئے۔

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ میری بیٹی میری بہن کے پاس ہوتی تھی۔ انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ اس کی تمام ذمہ داری ہم پر ہے لیکن جب اس ننھی سی جان کو بلڈ لگتا تھا وہ تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اس لئے آپ خود آ کر اسے بلڈ لگوایا کریں۔ اب ہوا یوں کہ کہ جس دن میرے میاں نے جانا تھا اس سے ایک دن پہلے اطلاع ملی کہ کراچی ہیڈ آفس سے پریذیڈنٹ لوکل برانچ کا جائزہ لینے آ رہے ہیں اور ان کی مہمان نوازی کی تمام ذمہ داری میرے میاں پر تھی۔ اس لئے اب انہیں رکنا پڑا۔ یہی پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس نے پوچھا تم مجھے پریشان لگ رہے ہو کیا بات ہے؟ اس پر انہوں نے اسے تمام بات بتا دی۔ وہ کہنے لگا تمہیں علم ہے کہ بنک کی طرف سے علاج کی سہولت ہے اگر تم بچوں کو لے کر باہر کے ملک جانا چاہو تو بنک علاج کا خرچہ ادا کر دے گا۔ تم ڈاکٹر سے بچی کی رپورٹ اور یہ تمام فارم پُر کر کے میرے پاس کراچی لے آؤ میں سائن کر دوں گا۔ تم ویزے کے لئے اپلائی کر دو اور اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ یا کینیڈا چلے جاؤ۔

انہوں نے اس کی ہدایت کے مطابق ایسے ہی کیا۔ بس پھر تو ایسا لگتا تھا کہ میرے رحمٰن خدا کا غیبی ہاتھ ہے جو ہمارے سب کام خود بخود کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہم نے پاسپورٹ بنوائے اور لاہور ویزا اپلائی کرنے کے لئے چلے گئے۔ آفیسر نے ہمارا امریکہ کے لئے ویزا لگا دیا۔ اب ویزا تو تھا لیکن ٹکٹوں کے لئے پوری رقم نہ تھی۔ لیکن میرے زندہ خدا نے خود ہماری ٹکٹوں کا انتظام کیا اور ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑا۔ میرے میاں کے پاس کچھ پرائز بونڈ تھے۔ ان میں سے ایک پر پچاس ہزار روپے کا انعام نکل آیا اور اس وقت ہمیں ٹکٹوں کے لئے ٹھیک اتنی ہی رقم کی ضرورت تھی۔ ایسے لگتا تھا میرے پیارے اللہ نے ہمارا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور سارے انتظامات ہوتے چلے جا رہے ہیں:

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حالانکہ اگر کبھی ہم گھر میں ذکر کرتے کہ ڈاکٹر کہتے ہیں آپ بچوں کو لے کر باہر چلے جائیں تو کہا جاتا: یہ باہر کے ملک جانے کے جو خواب دیکھتی ہو انہیں بھول جاؤ ہم تمہیں کبھی نہ جانے دیں گے ہمارا تو ایک بیٹا ہے یہ کہیں نہیں جائے گا۔ لیکن جب اللہ نے فیصلہ کر لیا تو ہر روکاوٹ راستے سے ہٹتی چلی گئی اور اللہ کے فضل سے ہم اپنے پانچ سالہ بیٹے اور تین سالہ بیٹی کے ساتھ امریکہ پہنچ گئے۔

وہاں سے کینیڈا کا بارڈر کراس کیا اور ریفیوجی کیس کر دیا۔ کیونکہ امریکہ میں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں تھا اور کینیڈا میں موجود تھے انہوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ آپ یہاں آ جائیں۔ یہاں پہنچتے ہی ہم اپنی بیٹی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گئے۔ اس نے ساری ہسٹری سنی اور ہمیں سک چلڈرن ہسپتال جانے کو کہا۔ وہاں ڈاکٹروں نے بلڈ ورک کے بعد اس کا علاج شروع کر دیا۔

جب ہم نے یہاں اپنا کیس درج کروایا تو ہمیں امید تھی کہ ہماری بچی کے علاج کی وجہ سے ہمارا کیس جلد منظور ہو جائے گا لیکن جج نے ہمارا کیس نامنظور کر دیا۔ امیر جماعت کینیڈا سے مشورہ کیا تو انہوں نے ہمیں اپیل دائر کرنے کے لئے کہا۔ ہم نے اپیل دائر کی مگر وہ بھی نامنظور ہو گئی اور ہمیں ڈی پورٹ کرنے کا لیٹر دے دیا کہ آپ نے اس ماہ اس تاریخ کو اپنے سامان کے ساتھ ملک چھوڑنا ہو گا۔ میرے میاں بہت پریشان تھے۔ دن رات دعاؤں میں مصروف تھے لیکن میرے دل کو ایک عجیب اطمینان تھا کہ میرا اللہ ہمارا یہاں رہنے کا غیب سے سامان بنائے گا۔ میں اپنی پیاری معصوم سی بیٹی کو دیکھتی جو یہاں آ کر پھول کی طرح کھل گئی تھی۔ اب وہ ڈاکٹر، نرس یا بلڈ کا نام سن کر روتی نہ تھی بلکہ خوشی خوشی ہسپتال جاتی۔ نرسیں اس سے بہت پیار کرتیں۔ گود میں بٹھا کر سوئی لگاتیں، کہانیاں سناتیں، اسٹکر دیتیں۔ میں یہی دعا کرتی کہ میرے پیارے اللہ میری بچی کو کسی امتحان میں نہ ڈالنا۔ اسے ہمیشہ خوش رکھنا۔ اس کے لئے آسانیاں پیدا کر دے اور اس کے صدقے ہماری ہر مشکل حل کر دے۔ میرا ایک بھانجہ یہاں ہوتا ہے اس کو جب اس بات کا پتہ چلا تو میرے پیارے اللہ کے حکم سے وہ کہنے لگا میں آپ کو کہیں نہیں جانے دونگا۔ آپ کو جس جہاز سے یہ واپس بھیجیں گے میں اس کے آگے کھڑا ہو جاؤں گا۔ اس کی یہی محبت دیکھتے ہوئے اللہ نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس نے ٹورانٹو سٹار کو فون کیا اور تمام بات بتائی اور پوچھا کہ اس معاملہ میں تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟ اگلے ہی دن وہ لوگ ہمارے انٹرویو کے لئے ہمارے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے یہ خبر میری بچی کی تصویر کے ساتھ فرنٹ پیج پر لگائی اور سرخی تھی ''Deportation means death''۔ یہ ٹیم ہسپتال جا کر میری بیٹی کے ڈاکٹر سے بھی ملے۔ اس نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ یہاں کی گورنمنٹ عجیب ہے باہر سے بچوں کو بلوا کر علاج کی سہولت دیتی ہے اور جو بچی یہاں موجود ہے اور اس پر ہم ریسرچ بھی کر رہے ہیں اسے ڈی پورٹ کر رہے ہیں، میں ہرگز نہ چاہوں گی کہ یہ بیک ہوم جائے۔ اخباری نمائندے نے میرے میاں سے انٹرویو کے دوران پوچھا کہ تم امیگریشن آفیسر کو کیا پیغام دینا چاہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ وہ صرف ایک باپ بن کر سوچے کہ اگر اس کی بیٹی کو اس صورت حال کا سامنا ہوتا تو وہ کیا فیصلہ کرتا۔ اب میرے پیارے اللہ نے کڑی سے کڑی ملائی کہ اسی دن امیگریشن منسٹر ٹورانٹو کے دورے کے لئے آیا تھا۔ اس کی سیکرٹری نے اسے بتایا کہ تمہارے لئے یہ خبر ہے۔ اسی دوران ہمیں کالز آنے لگ گئیں۔ ان میں زیادہ تر یہاں کے کینیڈین تھے۔ وہ میرے میاں سے بات کرتے اور کہتے کہ آپ کے حالات جان کر ہم بہت اداس اور فکر مند ہیں۔ اگر یہ لوگ آپ کو ڈی پورٹ کرتے ہیں تو ہم آپ کی بچی کو adopt کر لیں گے۔ میرے میاں نے کہا کہ ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ اگر ہماری مدد کرنا چاہتے ہو تو دعا کرو اور منسٹر کو فون کرو۔ اسی دن سٹی۔ٹی۔وی سے فون آیا کہ ہم نے بھی یہ نیوز کاسٹ کرنی ہے۔ ہم نے انہیں بھی اجازت دے دی۔ انہوں نے بھی ہمارا انٹرویو کیا۔ بیٹی کی ویڈیو بنائی، ہسپتال جا کر ڈاکٹر اور نرسز سے انٹرویو کیا اور بتایا کہ آج شام چھ بجے کی نیوز میں کاسٹ کریں گے۔ ابھی ٹی وی والے ہمارے گھر ہی بیٹھے تھے کہ منسٹر کی سیکرٹری کا فون آ گیا۔ اس نے انہیں بتایا کہ منسٹر نے اس کیس کی فائل منگوائی ہے اور خود مطالعہ کر رہا ہے۔ تم لوگ خبر دینے سے پہلے ہم سے رابطہ کرنا۔ وہ دن آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ نیوز رپورٹر ہمارے پاس ہی بیٹھا تھا۔ ہم دعائیں کر رہے تھے۔ ہمارے تینوں بچے اور ہم دونوں سربسجود تھے اور یقین تھا:

آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ بدل جائے گا رت بدل جائے گی

اور ایسا ہی ہوا۔ وہ خبر مکمل طور پر بدل گئی جو انہوں نے کاسٹ کرنی تھی۔ منسٹر نے اعلان کر دیا کہ میں اس بچی اور اس کی فیملی کو منسٹر پرمٹ جاری کرتا ہوں۔ ہم خوشی سے ایک بار پھر سجدے میں گر گئے۔ وہ نیوز رپورٹر یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت حیران ہوا اور پوچھنے لگا کہ تم خوشی میں بھی سجدہ کر کے روتے ہو اور غم میں بھی۔ میرے میاں نے اسے کہا ہم ہر حال میں دکھ ہو یا خوشی ہو اسی کے آگے جھکتے ہیں۔ پہلے ہم دعاؤں کے لئے سجدے کر رہے تھے اب ہم اس کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدے کر رہے ہیں جس نے ہماری تمام دعائیں قبول کر کے ہمیں اس پریشانی سے نجات بخشی ہے۔

(باقی صفحہ 34)

عائلی تنازعات کی وجوہات اور ان کا حل

مکرم ایاز احمد ایاز صاحب صدر قضاء بورڈ کینیڈا

عائلی جھگڑوں کی ابتداء عدم تحمل اور ہر وقت کی ٹوکا ٹاکی اور بات بات پر دونوں طرف سے اظہار ناپسندگی سے شروع ہوتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ تکلیف دہ اور سخت الفاظ کا استعمال شروع ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت لڑائی جھگڑے پر پہنچ جاتی ہے۔

عام طور پر خاوند اپنی بیوی کے تمام معاملات میں نگران کی حیثیت سے برتری ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن کریم نے مرد کو عورت پر ''قوام'' قرار دیا ہے۔ ''قوام'' دراصل ضروریات زندگی کی بنیادی لوازمات کی نگہداشت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ مرد خاندان کا سربراہ ہوتا ہے اور یہ اُس کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی بیوی بچوں کو نان ونفقہ اور زندگی کی تمام ضروریات فراہم کرے۔ وہ اِس بات کا ذمہ دار ہے کہ اُنہیں رہنے کے لئے گھر، کھانے کے لئے خوراک، پہننے کے لئے کپڑے، بیماری کی صورت میں علاج معالجہ فراہم کرے۔ آنے جانے کے لئے سواری کا انتظام کرے۔ یہ سب کچھ خاندان کے کسی بھی فرد کے باعزت زندگی گزارنے کے لئے تادم حیات ضروری ہے۔ یاد رہے کہ ''قوام'' کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ وہ قدم قدم پہ اپنے بیوی بچوں کی کسی بھی چھوٹی سی غلطی پر گھر میں فساد برپا کردے اور سارے گھر کا سکون تباہ کردے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاء (سورۃ النساء 35:4)

مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ''قوامون'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''... وہ مرد قوام ہیں جو اپنی بیویوں کے خرچ برداشت کرتے ہیں۔ وہ نکھٹو جو بیویوں کی آمد پر پلتے ہیں وہ ہرگز قوام نہیں ہوتے۔ ...''

(نوٹ نمبر 2۔ قرآن کریم اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع، صفحہ 134)

مرد اپنے گھر کا سربراہ اور نگران ہوتا ہے اور بیوی اِس کی مشیر ہوتی ہے۔ اگر ہم کسی گھر کا تصور دو پہیوں والی گاڑی کی طرح کریں جس پر گھر کا ساز وسامان اور بچے سوار ہوں، تو یہ گاڑی اُس وقت تک چلتی رہے گی جب تک یہ دونوں شانہ بشانہ ہم آہنگی سے ایک ہی جہت میں چلتے رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا بُلاوا کسی ایک کے لئے آجائے۔

میاں بیوی میں باہمی تعاون اور موافقت

ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانا مرد اور عورت دونوں کی ذمہ داری ہے۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ بالکل بجا کہا جاتا ہے کہ میاں اور بیوی ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ان کے ایک ساتھ چلنے سے ہی ازدواجی زندگی کا سفر بخیر وخوبی طے ہوسکتا ہے۔ ان کے درمیان باہم موافقت اور تعاون سے ہی یہ رشتہ، جو انسانی زندگی میں سب سے نازک رشتہ ہے، باہمی مودت اور رحمت سے ہر دو کے لئے جسمانی اور روحانی تسکین اور خوشی کا موجب ہوسکتا ہے۔

حقوق نسواں کے قوانین

آیئے ہم اپنی دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں کہ ماضی قریب کے ماحول میں انسان اور انسانیت اِس سفر کے دوران کیا کرتی رہی ہے۔

1۔ 750 قبل مسیح کے قدیم روم میں بادشاہ Romulus کے زمانہ میں 'سرزنش کے قانون' کے تحت بیوی کو مارنا پیٹنا قابل قبول سمجھا جاتا تھا اور انسانی انگوٹھے کے برابر موٹائی کی چھڑی سے بیوی کو مارنے کی اجازت تھی۔ اِس قانون کو Rule of Thumb یا انگوٹھے کا قانون کہا جاتا تھا۔ یہ قانون آج تک قائم ہے گو اس کا مطلب کسی حد تک بدل دیا گیا ہے۔

2۔ چوتھی صدی میں رومن شہنشاہ (306-337) کانسٹنٹائن اعظم (Constantine the Great 272-337) اس کا پورا نام Flavius Valerius Constantinus Augustus تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو زندہ جلا دیا تھا جب وہ اُس کے لئے کسی اعتبار سے مفید نہیں رہی تھی۔

اس وقت عیسائی چرچ نے شادی کے قوانین میں بیوی کو مارنے کے بارہ میں اجازت دے رکھی تھی۔

3۔ سترھویں صدی میں ایک انگریز قانون دان لارڈ تھامس ہیل (Lord Thomas Hale 1613-1679) نے شادی کے متعلق معاہدے میں بیان کیا کہ ایک عورت شادی کے بعد خود کو خاوند کے حوالے کردیتی ہے اور بعد میں تشدد کی کسی کاروائی کے لئے اُس کی رضامندی لینی ضروری نہیں، اُنہوں نے کہا کہ 'معاہدہ معاہدہ ہوتا ہے' اُس کی شکایت پر کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔

4۔ ایسے قوانین جو بیوی کو مارنے اور لونڈی بنا کر رکھنے کا قانونی حق خاوند کو دیتے تھے، اسلام کی آمد سے پہلے صدیوں تک جاری رہے آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے غلامی کے اِس قانون کو یکسر ختم کر کے مرد اور عورت میں عام طور پر مساوات قائم فرمائی۔ جس کا احیاء چودھویں صدی میں امام الزماں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تعلیم اور اسوہ کے ذریعہ سے فرمایا۔

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ مشرق میں امام مہدی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی پیدائش کے صرف دو سال بعد مغرب میں ملکہ وکٹوریہ نے تخت شاہی سنبھالا، یہ وہی وقت تھا جب مغرب میں عورت کے تحفظ کے قوانین صفحۂ ہستی پر اُبھرنے لگے۔

5۔ یہ قوانین چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجے گئے اور آپؐ کی حیات مبارکہ میں ہی سارے عرب میں نافذ العمل ہوئے اور آپؐ کے بعد ایک محدود مدت تک اُن پر عمل باقی رہا۔ مسلمانوں کے اخلاقی انحطاط کے ساتھ ساتھ اِن قوانین کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔ اُس وقت آج کا

مغرب تاریخ کے تاریک ترین دور سے گزر رہا تھا۔ اور خاوندوں کا بیویوں کو مارنا پیٹنا قانوناً جائز سمجھا جاتا تھا۔

اسلامی قوانین

چنانچہ اس سیاہ اور تاریک دور میں مغربی دانشوروں نے اسلامی قانون کا مطالعہ کیا۔ انگلستان میں یہ اصلاحات ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں 1837ء میں شروع ہوگئیں یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش 1835ء میں ہوئی اور اس کے صرف دو سال بعد ہی اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت کے تحت غیر اسلامی ممالک کے قوانین پر اسلامی تعلیم کا اثر ہونا شروع ہوگیا۔

☆ 1871ء میں الباما ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پہلی ریاست تھی جہاں مرد کو اپنی بیوی کو مارنے کے حق کا قانون منسوخ کیا گیا۔

☆ 1919ء میں امریکی خواتین کو رائے دہی کا حق نصیب ہوا۔

☆ 1945ء میں ریاست کیلے فورنیا میں یہ اعلان کیا گیا کہ کوئی مرد جو اپنی بیوی کو جسمانی چوٹ لگائے وہ جرم کا مرتکب ہوگا۔

☆ 1970ء میں خواتین نے گھریلو تشدد کے خلاف احتجاج کیا اور اعلان کیا کہ 'ہمیں مارا نہیں جائے گا'

☆ 1975ء میں امریکہ کی متعدد ریاستوں نے بیویوں کو اُن کے خاوندوں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنائے جانے کے مقدمات درج کرنے شروع کر دیئے۔

☆ 1990ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں (Immigration and Naturalization Services of USA) نے گھریلو تشدد کی بنیاد پر امریکہ میں پناہ لینے والوں کی درخواستیں قبول کرنی شروع کر دیں۔

☆ 1992ء میں میڈیکل ایسوسی ایشن امریکہ نے خواتین پر گھریلو تشدد کی چھان بین کے راہنما اصول وضع کئے۔

☆ 1993ء میں اقوام متحدہ نے گھریلو تشدد کو عالمی انسانی حقوق کا مسئلہ تسلیم کیا اور خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کے مسئلہ کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

بدقسمتی سے بعض احمدی گھرانوں کو بھی 'گھریلو تشدد' کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر خاوند کم تعلیم یافتہ اور غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ان میں دینی، اخلاقی، مذہبی اور دنیاوی تعلیم کا فقدان ہوتا ہے۔ اور عام طور پر ایسے خاوندوں کی بیویاں نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ ہنرمند اور زیادہ محنت کش ہوتی ہیں۔ اور خاوند نفسیاتی طور پر اپنے احساس کمتری اور بیوی کی اہلیت کو چھپانے کی خاطر اس کو دبانے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ تلخ کلامی کرتا ہے اور کبھی بدتمیزی سے پیش آتا ہے۔

ایسی صورت میں کبھی بیوی صورت حال سے نظام جماعت کو آگاہ کرتی ہے تو وہ معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کبھی بیوی کی شکایت پر پولیس مداخلت کرتی ہے اور حکومت کا قانون حرکت میں آجاتا ہے۔

بہرکیف ہمیں اپنی زندگیوں میں قرآن کریم، آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے اسی میں برکت ہے اور اسی سے گھر کا امن اور سکون وابستہ ہے۔ ہمیں اپنی بیویوں کو وہی عزت دینی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا کی ہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے گھروں کو جنت بنائیں۔ بیویوں کو بھی چاہئے کہ خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرمند ہوں یا ناخواندہ ہوں انہیں اپنے خاوندوں کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ (سورۃ البقرۃ 229:2)

ترجمہ: اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مردوں) پر اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے۔

اگر گھر میں کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کو حل کرنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ تقویٰ اور سچ کی بنیاد پر دوستانہ اور رازدارانہ گفتگو کے ذریعہ اُسے حل کریں۔ یاد رہے کہ تکبر گھریلو امن کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

دوسرے قدم کے طور پر یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ یا تو اپنے ذاتی تعلقات کو معطل کر دیں یا تنازعہ کو بھلانے کے لئے مختصر وقفہ کے لئے علیحدہ ہو جائیں۔ اس کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب تکبر پر قابو پانے میں میاں بیوی ناکام رہیں۔

اگلا قدم ضابطہ اخلاق کے تحت کسی ماہر کے ذریعہ ثالثی کروانا ہوتا ہے۔ تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ اگر تکبر اور جھوٹ قائم رہے تو ثالثی بھی ناکام ہو جاتی ہے۔ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ فریقین کو علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے جس کا نتیجہ طلاق یا خلع کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ یقیناً طلاق ایک غیر پسندیدہ فعل ہے لیکن ناگزیر حالات میں اس کی اجازت ہے۔ اس پوری کاروائی میں اگر خاوند بیوی کو یا بیوی خاوند کو مارتی ہے تو یہ 'گھریلو تشدد' بن جاتا ہے جو مذہبی، اخلاقی، سماجی اور معاشرتی اور قومی اور ملکی قانون کے مطابق ایک جرم ہے۔

بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا بڑھانے میں والدین کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ حضور کی تعلیم کی روشنی میں زیادہ ذمہ داری بہو پر عاید ہوتی ہے۔ وہ اگر دانش مندی سے ساس اور خسر اور نئے ماحول میں موافقت پیدا کرے۔ اور سمجھ لے کہ ساس بھی اس گھر میں بہو بن کر ہی آئی تھی۔ ایک روز اس کو بھی وہ مقام حاصل ہو جائے گا تو گھر کا نظام چلانا آسان ہوسکتا ہے۔

گھریلو تشدد اور بچے

بچوں کی عمر کے پہلے پانچ سال بہت نازک ہوتے ہیں۔ اگر اس عمر کے حصہ میں والدین ان پر تشدد کریں تو ان کی نشوونما میں نہ صرف جسمانی بیماریاں لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے بلکہ ان کے حد درجہ نافرمان اور سرکش ہونے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ والدین کے درمیان جھگڑا اور تشدد عام طور پر بچوں کو ذہنی مریض بھی بنا سکتا ہے۔ اس پہلو کو عام طور پر لاعلمی کی وجہ سے والدین نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور اس عمر کے بچوں کے سامنے گھریلو جھگڑے کرتے رہتے ہیں اور جو انتہائی نقصان دہ ہوتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ میں ہمارے لئے ایک کامل نمونہ پیش کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

میں اپنے عائلی برتاؤ میں تم سب سے افضل ہوں۔

(جامع ترمذی، حدیث 3252)

ہم سب جانتے ہیں کہ آپؐ اپنی بیویوں سے خوش دلی سے پیش آتے تھے اور ان کی طرح طرح سے دلجوئی بھی فرماتے تھے۔ اور گھر کے کام کاج میں اُن کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ آپؐ گھریلو معاملات کی دیکھ بھال فرمانے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔

آپؐ فرماتے تھے۔

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی سے بہترین طریقہ سے پیش آتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ باب احسان)

ایک دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا:

ایک مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی سے برا سلوک نہ کرے۔ (صحیح مسلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

1۔ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ (ملفوظات۔ جلد 2، صفحہ 307)

2۔ دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دین کا اثر ہی ان پر

نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے پوچھتا ہی نہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ اور کنیزکوں اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے۔ مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کچھ پتہ نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا کہ نہیں۔ غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں۔... یہ بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ ... میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ (ملفوظات۔ جلد 2 صفحہ 387)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

1۔ بیویوں کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ بیوی بچوں کے جننے اور پالنے میں سخت تکلیف اٹھاتی ہے۔ مرد کو اس کا ہزارواں حصہ بھی اس بارے میں تکلیف نہیں۔ ان کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ ان کے قصوروں سے چشم پوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بدلا دے گا۔ (خطبات نور۔ صفحہ 499)

آپؓ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

2۔ جیسا کہ میں مردوں کو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا کریں ایسا ہی میں عورتوں کو بھی خاوندوں کے حقوق کے متعلق وعظ کیا کرتا ہوں۔ عورت اور مرد کے درمیان بہت محبت کے تعلقات ہونے چاہئیں جن سے مومنوں کے گھر نمونہ بہشت بن جائیں۔ (خطبات نور۔ صفحہ 457)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

’’اگر عورت مرد کے تعلقات کسی وقت بگڑ جائیں تو حکم ہے کہ جس قدر ہو سکے صلح کی کوشش کریں۔ اگر آپس میں صلح نہ ہو سکے اور فساد بڑھتا ہی جائے تو اسلام کہتا ہے کہ ایک حکم مرد کے عزیزوں یا عزیز نہ ہوں تو دوستوں میں سے، ایک عورت کے عزیزوں یا عزیز نہ ہوں تو اس کے خیر خواہوں میں سے مقرر کیا جائے دونوں مل کر نا اتفاقی کی وجوہ پر غور کریں۔ اگر ان کے نزدیک صلح ممکن ہو تو ان تجاویز کے ذریعہ سے جو ان کے ذہن میں ہوں صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اگر ان کے نزدیک صلح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو یا ان کی تجاویز ناکام ہو جائیں تو پھر مرد کو اجازت ہوگی کہ وہ عورت کو طلاق دے دے یعنی اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا اعلان کر دے۔ اس اعلان فسخِ نکاح کے لئے بھی شرائط مقرر ہیں۔ مثلاً علی الاعلان ہو۔ اسی طرح پسند کیا گیا ہے کہ ایک ایک ماہ بعد تین دفعہ کر کے ہوتا (رہے) کہ شاید اس عرصہ میں پھر دل درست ہو جائیں تو صلح کر لیں جس کا دروازہ آخری اعلان تک کھلا رکھا گیا ہے۔

اگر عورت کو خاوند سے شکایت ہو اور وہ الگ ہونا چاہے تو جس طرح ان کے نکاح کے وقت اس کے سب سے قریبی مرد رشتہ دار یا حاکم کی وساطت ضروری رکھی گئی تھی اس موقع پر بھی یہ شرط مقرر کی گئی ہے کہ وہ حاکمِ وقت کی وساطت سے خاوند سے علیحدہ ہو۔ اگر حاکم دیکھے کہ اس کا دعویٰ حق بجانب ہے تو حکماً خاوند سے اس کو الگ کر دے۔

جدائی کے متعلق یہ احکام ہیں کہ اگر خاوند نے کوئی جائداد عورت کو دی ہوئی ہے تو اگر طلاق اس کی طرف سے ہے تو وہ اپنے دیئے ہوئے مال کو بیوی سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر حکم طلاق کا فیصلہ کریں اور ان کے نزدیک قصور عورت کا ہو تو وہ اس کے ایک حصہ مال کا خاوند کو واپس دلا سکتے ہیں اور اگر عورت خود الگ ہونا چاہے تو قاضی اس سے ایسی کوئی جائداد جو خاوند نے اس کو دی تھی اور وہ اب تک موجود ہے خاوند کو واپس دلا دے گا۔ طلاق کی صورت میں جب تک مدتِ طلاق نہ گزر جائے خرچ اور مکان خاوند کے ذمہ ہوگا۔‘‘

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ انوار العلوم۔ جلد 8 صفحہ 273)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خطبہ جمعہ 11 جولائی 1980ء۔ بمقام مسجد نور فرینکفرٹ جرمنی میں فرمایا۔

’’اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے۔ دونوں میں قدرتی لحاظ سے جسمانی فرق کی وجہ سے پیدا ہونے والے تفاوت کے سوا اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے قدرتی فرق کو واضح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا ہے مثال کے طور پر عورتیں بچے جنتی ہیں مرد بچے نہیں جن سکتے یہ فرق قدرت نے پیدا کر رکھا ہے اسے بدلا نہیں جا سکتا۔ اس فرق کا مردوں اور عورتوں کے حقوق اور ان کی نوعیت پر ایک حد تک اثر انداز ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو خاوند اور بیوی کا اپنا اپنا ایک مقام ہے ہر چند کہ دونوں کا اپنا اپنا مقام اہم ہے تاہم اسے بدلا نہیں جا سکتا۔ گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا عورتوں کا کام ہے مرد کی ذمہ داری بیوی اور بچوں پر مشتمل پورے گھر کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرنا اور اس کے لئے محنت و مشقت کر کے اخراجات مہیا کرنا ہے۔ بیوی کے فرائض میں سرے سے یہ امر شامل نہیں ہے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی یا پہلے سے حاصل شدہ دولت گھر کے اخراجات کو پورا کرنے پر خرچ کرے اسلام نے اُسے اس کے لئے مکلّف ہی نہیں کیا۔ اسلام اسے اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی ذاتی دولت میں سے ایک پائی بھی گھر پر خرچ نہ کرے۔ اسلام مرد کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بیوی کو اس کے اپنے مال سے گھر کی ضروریات کو پوری کرنے پر مجبور کرے۔ اُس نے بیوی کو اپنی ذاتی ملکیت کے بارہ میں مکمل طور پر آزاد رکھا ہے۔‘‘

(خطباتِ ناصر۔ جلد ہشتم۔ صفحہ نمبر 633-632)

(باقی آئندہ)

بقیہ از انبیاء اور ان کی جماعتوں کی مخالفت کی وجوہات

غرض اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں سچ پوچھو تو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہہ دیا جائے کہ یا نصرانی ہو جا یا قتل کر دیا جائے گا، اس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز نکلتی ہے۔ آیا وہ مرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر وہ مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو مومن حقیقی ہے؛ ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذت ہوتی ہے۔ بھلا سوچو تو سہی اگر یہ مصائب لذت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گزارتے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد 1 صفحہ 516-517)

اس زمانہ میں جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جو انبیاء و مامورین کے نقش قدم پر چل کر ہر دکھ کو بدل و جان قبول کرتی ہے۔ اور ہر احمدی یہ عزم اور عہد کرتا ہے کہ:

تیری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے ساتھ تیرا نہ تیرے در پر سے جائیں گے ہم

نیز دکھوں اور مخالفتوں کے اس دور میں پہلے سے بڑھ کر یارِ نہاں میں نہاں ہو جاتا ہے۔ دعاوں اور عبادات سے روحانی قرب کے سامان حاصل کرتا ہے۔ جو آزمائشوں کا ثمرہ ہے۔ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص اس دور میں جماعت کو دعاؤں اور عبادات پر زور دینے کی تلقین و تحریک فرمائی ہے۔ نفلی روزے اور نوافل کے ساتھ ساتھ بعض دعائیں حضور انور نے خاص طور پر ان دنوں میں بکثرت کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آزمائش میں قرب الٰہی کی منازل طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نمازِ عید الفطر کی تقریبات

ٹورانٹو اور اُس کے گردونواح میں نمازِ عید الفطر 29 جولائی 2014 منگل کے روز ادا کی گئی۔ نماز عید کے لئے چار بڑے اجتماعات کا انتظام کیا گیا تھا۔ تمام مقامات پر نماز عید کا وقت صبح دس بجے مقرر تھا۔

عید والے دن موسم بہت خوشگوار تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اگرچہ کینیڈا میں چھٹی کا دن تو نہیں تھا لیکن عید منانے کا جوش و جذبہ عیدگاہوں کی حاضری سے عیاں تھا۔

نماز عیدین کا طریق

نماز عید کے تمام مراکز میں دُعاؤں کے اعلانات کے درمیانی وقفہ میں بار بار مسنون تکبیرات دہرائی گئیں۔ اور نماز عید ادا کرنے سے قبل یہ بھی بتایا گیا کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں۔ دو رکعت نماز عید ادا کرنے کے بعد خطبہ عید پڑھا جاتا ہے۔ جس طرح عید کی نماز توجہ اور خاموشی سے ادا کی جاتی ہے اسی طرح عید کا خطبہ بھی پوری توجہ اور خاموشی سے سنا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت کا حصہ ہے۔

عیدین کی نماز اور جمعہ کی نماز میں یہ فرق ہے کہ جمعہ کا خطبہ پہلے ہوتا ہے اور دو رکعت نماز بعد میں ادا کی جاتی ہے جب کہ عیدین کے موقع پر دو رکعت نماز پہلے ادا کی جاتی ہے خطبہ عید بعد میں پڑھا جاتا ہے۔

انٹرنیشنل سنٹر۔ مسس ساگا میں نماز عید

جماعت احمدیہ کینیڈا کی نماز عید کا سب سے بڑا اجتماع ایئرپورٹ روڈ پر واقع انٹرنیشنل سنٹر کے ہال نمبر 2 میں منعقد ہوا جہاں تقریباً 8000 احباب وخواتین نے نماز عید ادا کی۔ وقت سے بہت پہلے بچے اور بڑے پورے اہتمام سے عیدگاہ میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔

سوا دس بجے نماز عید کے لئے صفیں درست کی گئیں اور محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا کی امامت میں نماز ادا کی گئی۔

انٹرنیشنل سنٹر میں خطبہ عید الفطر

10 بجکر 21 منٹ پر محترم امیر صاحب خطبہ دینے کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ نے تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ o یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌo خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o

(سورۃ التوبہ 9:20-22)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

ان کا ربّ انہیں اپنی طرف سے رحمت کی اور خوشنودی کی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے ہمیشہ ٹھہری رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔

وہ ہمیشہ ہمیش ان میں رہنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ وہ ہے کہ اس کے پاس ایک اجرِ عظیم ہے۔

تلاوت اور ترجمہ کے بعد آپ نے عید کی حقیقی خوشیوں کو اپنا موضوع بناتے ہوئے فرمایا کہ آج جب ہم عید منا رہے ہیں تو ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم نے روزوں کے مقاصد حاصل کر لئے ہیں۔

☆ کیا ہم تقویٰ کی راہوں پر چلنے لگے ہیں؟

☆ کیا ہم رحمدل اور شفیق والدین بن گئے ہیں؟

☆ کیا ہم خاوند اور بیوی کی حیثیت سے ایک دوسرے کا زیادہ خیال رکھنے لگے ہیں؟

☆ کیا ہم ہمسائیوں کے حقوق زیادہ ذمہ داری سے ادا کرنے لگے ہیں؟

☆ کیا ہمارے دل میں سچائی، ایمانداری اور خوف خدا جیسی صفات زیادہ راسخ ہوگئی ہیں؟

☆ کیا ہم نے روزانہ نمازوں میں باقاعدگی اختیار کر لی ہے؟

☆ کیا ہم نے خدا کی راہ میں زیادہ خرچ کر کے روحانی پاکیزگی کا سامان کر لیا ہے؟

محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ ہمیں اپنی عبادتوں کے معیار کو بڑھانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ رمضان المبارک نے اِن مقاصد کو حاصل کرنے کا ایک نادر موقع ہمیں عطا کیا تھا۔ اگر ہم ماہِ رمضان میں اِن مقاصد کو نہیں حاصل کر سکے تو اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں اور ہم جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ سکتے ہیں۔

عید کی خوشیاں منانے کا ایک دوسرا پہلو بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم عید کی خوشیاں کیوں کر منا سکتے ہیں جب کہ اُمت مسلمہ دنیا بھر میں مصائب کا شکار ہے۔ ہمارے ہزاروں بہن بھائی عراق، شام، فلسطین یا دوسرے ممالک میں مشکلات سے

دوچار ہیں اور دن بدن بے چینی بڑھتی جارہی ہے۔غزہ میں بے گناہ مارے جارہے ہیں اور گجرانوالہ میں احمدی گھروں اور دکانوں کو آگ لگائی جارہی ہے۔اِس کے علاوہ دنیا بھر میں ناقابل یقین تباہیوں کے ہولناک واقعات پیش آرہے ہیں۔ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ مظالم خود مسلمان ہی کررہے ہیں۔اِن فسادات اور جنگ وجدل کے دھوئیں میں مسیح الزماں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو ماننے والے احمدی مسلمان اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپؑ ہی اُمید وآشتی کا منبع ہیں، روشنی کا مینار ہیں اور حقیقی امن وسلامتی کے راہ نما ہیں۔ہم دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ کون سے راستہ پر چل کر دنیا امن حاصل کرسکتی ہے۔

ایک احمدی مسلمان کی حیثیت سے ہمارا مکمل ایمان ہے کہ اِن تمام مسائل کا احسن حل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے ہمیں اُس کے حضور دُعاؤں کے لئے جُھکنا چاہئے۔دُعا ہی ہمارا واحد سب سے طاقتور اور مضبوط ہتھیار ہے۔اِس لئے ہم دُعا کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام انسان جو ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے اُن پر ظلم کرنے والے ہاتھوں کو ظلم کرنے سے روک لے۔اُن پر ظلم کا خاتمہ کرکے اُنہیں سکون اور سلامتی عطا کرے۔آمین۔

محترم امیر صاحب نے اُمت مسلمہ کی اِس تشویشناک صورت حال، یک جہتی اور قیادت کے فقدان پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے گذشتہ جمعہ کے فرمودہ خطبہ کا ایک اقتباس پڑھ کر سُنایا جس میں حضور انور نے اپنے اِس دکھ کا اظہار کیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ اِس وقت دنیا کی خوش قسمت ترین قوم ہم ہیں جنہیں خلافت کی قیادت نصیب ہے۔خلافت ایک ایسا نظام ہے جو امن اور سلامتی کی ضمانت ہے جو حکمت اور انصاف کے ساتھ ملکوں کو قیادت مہیا کرتا ہے۔لیکن یہ ایک مذہبی اور روحانی قیادت ہے۔اِس کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں ہیں۔اِس وقت عالم اسلام کے لئے خلافت ہی ایک ایسا دروازہ ہے جس میں داخل ہوکر وہ امن حاصل کرسکتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ آج کی دُعاؤں میں ہمیں اِن مظالم ڈھانے والوں کے لئے بھی دُعا کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ اُن کو اِس بات کا احساس ہو کہ دنیا میں امن جنگوں کے ذریعہ نہیں پیدا ہوتا۔حقیقی امن لانے کے لئے انسانوں کو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

خطبہ کے آخر میں آپ نے کینیڈا میں مساجد کی تعمیر کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مخالفین کے ظالمانہ اور مذموم عزائم کا موثر جواب دینے کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہم یہاں زیادہ سے زیادہ مساجد تعمیر کریں۔اس لئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

تقریباً گیارہ بجے خطبہ ثانیہ کے بعد اجتماعی دُعا کے ساتھ یہ تقریب عیدالفطر اختتام کو پہنچی اور احباب عید ملتے ملاتے رخصت ہوئے۔

مسجد بیت الاسلام۔وان میں نماز عید

وان شہر جس میں ہمارا پیس ویلیج بھی شامل ہے اور اردگرد کی جماعتوں نے عیدالفطر کی نماز مسجد بیت الاسلام میں ادا کی۔یہاں کی نماز عید کا عجیب لُطف ہے۔نزدیک کی آبادیوں سے پیدل چل کر آنے اور عید کی خوشیوں کو ہمسایوں اور اقرباء میں بانٹنے کا احساس وطن سے دور ایک اور وطن کا تصور پیدا کردیتا ہے۔احباب کے لئے نماز عید کا انتظام مسجد بیت الاسلام میں کیا گیا تھا جب کہ خواتین نے نماز عید ایوان طاہر میں ادا کی۔

مکرم مولانا فرحان اقبال صاحب مشنری یارک ریجن کی امامت میں ٹھیک دس بجے نماز عید ادا کی گئی جس میں 2200 احباب اور 3150 خواتین اور بچے شامل ہوئے۔یارک ریجن کی جماعتوں کے تقریباً 50 خدام نے تمام انتظامات کو احسن طریق سے سرانجام دیا۔

مسجد بیت الاسلام میں خطبہ عیدالفطر

نماز کی ادائیگی کے بعد مکرم مولانا فرحان اقبال صاحب نے خطبہ عیدالفطر میں عید کے اصل مفہوم کو سمجھنے کے مضمون پر خطاب کیا۔آپ نے فرمایا کہ گو عید ایک خوشی اور مسرت کا موقع ہوتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خوشی اور مسرت کس وجہ سے ہے؟ عید دراصل اکٹھے جمع ہونے اور مل بیٹھنے کا موقع ہے۔انسان فطرتاً ایک دوسرے کے قریب آکر خوشی محسوس کرتا ہے۔اِسی لئے عید کے موقع پر اکٹھے ہونے کے لئے کہا گیا ہے تاکہ آپس میں مل کر خوشی کا احساس پیدا ہو۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔اِن معنوں میں انبیاء کا آنا بھی عید سے کم نہیں۔لیکن سب سے بڑی عید آنحضرت ﷺ کی آمد پر ہوئی جب آپؐ نے تمام اکناف عالم کو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ساری دنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔اور تجدید دین کے لئے اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا گیا تاکہ دنیا دوبارہ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوکر اِس زمانہ میں عید منائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اجتماعی دُعا کے ساتھ یہ تقریب عیدالفطر تقریباً پونے گیارہ بجے اختتام کو پہنچی۔

سکاربرومیٹروپولیٹن سنٹر میں نماز عید

عیدالفطر کا تیسرا اجتماع سکاربرومیٹروپولیٹن سنٹر میں ہوا جہاں ٹورانٹو ایسٹ، سکاربرو اور مارکھم کی جماعتوں کے 730 احباب وخواتین نے بچوں کے ہمراہ نماز عیدالفطر فنچ ایونیو ایسٹ پر واقع سکاربرومیٹروپولیٹن سنٹر میں صبح دس بجے ادا کی۔امامت کے فرائض جی ٹی اے کی جماعتوں کے مشنری مکرم مولانا محمد اشرف عارفؔ صاحب نے ادا کئے۔

خطبہ عیدالفطر میں مکرم مولانا صاحب موصوف نے اسلام اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے حوالہ سے رمضان کے مبارک ایّام اور عیدالفطر کی تقریب کا پس منظر پیش کیا۔رمضان المبارک میں صدقات وخیرات اور مالی قربانی کے مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے کینیڈا میں مساجد کی تعمیر اور اِس کے لئے مالی قربانی کی تحریک کی۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اجتماعی دُعا سے یہ تقریب اختتام کو پہنچی اور دوست احباب روایتی انداز میں جوش وخروش سے عید ملتے رہے۔

درہم میں نماز عید

عیدالفطر کا چوتھا اجتماع Ajax Community Centre میں ہوا جہاں درہم اور اس کے گردونواح کی جماعتوں کے 300 سے کچھ زائد احباب وخواتین نے بچوں کے ہمراہ نماز عید الفطر صبح دس بجے ادا کی۔امامت کے فرائض مکرم مولانا خواجہ فہد احمد صاحب مربی سلسلہ نے ادا کئے۔

خطبہ عیدالفطر میں مکرم مولانا صاحب موصوف نے گوجرانوالہ کی اندوہناک شہادتوں کا ذکر کیا۔روزوں میں جن نیکیوں پر عمل کیا گیا تھا انہیں جاری وساری رکھنے کی تلقین کی۔روزوں میں صدقات وخیرات اور مالی قربانی کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے کینیڈا میں مساجد کی تعمیر اور اِس کے لئے مالی قربانی کی تحریک کی۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اجتماعی دُعا سے یہ تقریب اختتام کو پہنچی اور دوست احباب روایتی انداز میں جوش وخروش سے عید ملتے رہے۔

(رپورٹ: محمد اکرم یوسف)

THE
INTERNATIONAL
CENTRE
INTERNATIONALCENTRE.COM

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
THERE IS NONE WORTHY OF WORSHIP EXCEPT ALLAH,
MUHAMMAD" IS THE MESSENGER OF ALLAH
AHMADIYYA
MUSLIM JAMA'AT
Toronto, Canada

Metropolitan Centre

اعلانات

احباب جماعت سے گزارش ہے کہ گزٹ میں شائع کروانے کے لئے جلد از جلد اعلانات لکھ کر بھجوایا کریں۔ اعلانات مختصر مگر جامع اور مکمل ہوں۔ براہ کرم اپنا مکمل پتہ اور ٹیلی فون یا سیل نمبر ضرور لکھیں

ولادت

☆ عمران واسع

10 ستمبر 2014ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم محمد اظہر بھروانہ صاحب اور محترمہ زینب نور صاحبہ، پیس ویلج سینٹر کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام ''عمران واسع'' تجویز ہوا ہے۔ عزیزم عمران سلمہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ یہ بچہ مکرم محمد اسلم بھروانہ شہید لاہور کا پوتا اور مکرم ڈاکٹر پیر مسیح الرحمٰن جالبؔ صاحب، کیسل مور بریمپٹن حلقہ کا نواسہ ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو صحت وسلامتی والی لمبی اور بابرکت عمر عطا کرے اور اسے اپنے والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

دعائے مغفرت

نماز جنازہ حاضر

☆ مکرم شائق احمد چغتائی صاحب

29 اگست 2014ء کو مکرم شائق احمد چغتائی صاحب، ویسٹن ازلنگٹن 60 سال کی عمر میں وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

یکم ستمبر 2014ء کو مکرم مولانا اسفند سلیمان احمد صاحب مربی سلسلہ نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 2 ستمبر 2014ء کو مکرم مولانا صادق احمد صاحب مربی سلسلہ نے نیشنل قبرستان میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ثمینہ شائق صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے مکرم شفیق احمد چغتائی صاحب، مکرم شکیل احمد چغتائی صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ ماریہ چغتائی صاحبہ مانٹریال اور محترمہ رئیسہ چغتائی صاحبہ وان یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحوم، مکرم لئیق احمد چغتائی صاحب ونڈسر کے چھوٹے بھائی تھے۔

☆ مکرم محمد حزقیل خاں صاحب

30 اگست 2014ء کو مکرم محمد حزقیل خاں صاحب، وان ایسٹ 59 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

2 ستمبر 2014ء کو مکرم مولانا مبارک احمد نذیرؔ صاحب مشنری انچارج کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اگلے روز 3 ستمبر 2014ء کو مکرم مولانا صاحب موصوف ہی نے میپل قبرستان میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔

نماز جنازہ اور تدفین کے مواقع پر مقامی دوستوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان کے علاوہ دور دراز شہروں اور امریکہ اور ڈنمارک سے آئے ہوئے اعزا و اقارب نے بھی شرکت کی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ پروین خاں صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹا مکرم سلیمان خاں صاحب اور تین بیٹیاں محترمہ صبا رسول صاحبہ اہلیہ مکرم خالد رسول صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا، محترمہ مریم فاروقی صاحبہ اہلیہ مکرم علیم فاروقی صاحب بریمپٹن اور محترمہ ہادیہ خاں صاحبہ اہلیہ مکرم عطاء الحکیم صاحب وان ایسٹ یادگار چھوڑی ہیں۔

مکرم حزقیل خاں صاحب، مشن ہاؤس کے بانی مبانی کارکن، بے لوث خدمت گذار اور دعا گو بزرگ مکرم میاں محمد عیسیٰ جان خاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے، مکرم محمد دانیال خاں صاحب کیلگری، مکرم ڈاکٹر محمد زکریا صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈنمارک، مکرم محمد الیاس خاں صاحب وان ایسٹ، مکرم محمد یحییٰ خاں صاحب، نیو مارکیٹ، محترمہ آصفہ قریشی صاحب اہلیہ مکرم قریشی شاہد احمد صاحب نصرت جہاں اکیڈیمی ربوہ، محترمہ امۃ الکریم صاحبہ اہلیہ مکرم عابد علی صاحب، مارکھم کے بھائی تھے۔ ان کے علاوہ مرحوم کے اور بھی بہت سے اعزا و اقارب کینیڈا میں مقیم ہیں۔

مرحوم ایک بذلہ سنج، خوش مزاج اور نہایت مخلص فدائی کارکن تھے۔ آپ ابتداء میں احمدیہ گزٹ کینیڈا کے لئے خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نے پرانے مشن ہاؤس اور مسجد بیت الاسلام کے تعمیراتی کاموں میں بھی بے لوث خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سارا خاندان ہی بہت مخلص اور جماعت کا فدائی ہے۔

ادارہ اس افسوسناک سانحہ کے موقع پر مکرم حزقیل خاں صاحب مرحوم کے تمام اعزا و اقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

☆ مکرم رضوان رشید چوہدری صاحب

13 ستمبر 2014ء کو مکرم رضوان رشید چوہدری صاحب، سڈبری جماعت 51 سال کی عمر میں وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

14 ستمبر کو مکرم مولانا حافظ مجیب الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

15 ستمبر کو مکرم مولانا مبارک احمد نذیرؔ صاحب مشنری انچارج کینیڈا نے نیشنل قبرستان میں تدفین کے بعد دعا کروائی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ فرحانہ چوہدری صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹا مکرم کاشان چوہدری صاحب اور ایک بیٹی محترمہ ردا چوہدری صاحبہ، لندن انٹاریو یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحوم، مکرم نجیب پاشا چوہدری صاحب، صدر سڈبری جماعت اور مکرم کامران چوہدری صاحب، بریمپٹن کے بھائی تھے۔

ادارہ اس سانحہ کے موقع پر مرحوم کے تمام اعزا و اقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

☆ عزیزم راشد احمد عابدؔ

12 ستمبر 2014ء کو عزیزم راشد احمد عابدؔ، ورس برگ جرمنی میں چودہ ماہ کی عمر میں وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اسی روز مکرم مولانا اطہر سہیل صاحب، مربی سلسلہ نے مسجد بیت العلیم ورس برگ، جرمنی میں نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 16 ستمبر کو عزیزم راشد کی نعش رات گیارہ بجے ٹورانٹو پہنچی۔ 17 ستمبر کو مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں دوست احباب اور جرمنی سے آئے ہوئے اعزا و اقارب شریک ہوئے۔

اگلے روز 18 ستمبر کو بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا مبارک احمد نذیرؔ صاحب مشنری انچارج کینیڈا نے دعا کروائی۔

یہ معصوم بچہ مکرم مولانا ناز احمد عابد صاحب مشنری سیسکاٹون کا بیٹا اور مکرم غلام احمد عابدؔ صاحب صدر ہملٹن ساؤتھ کا پوتا تھا۔

ادارہ اس سانحہ کے موقع پر اس معصوم بچہ کے تمام اعزا واقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نعم البدل عطا فرمائے۔

☆ مکرم انجینئر عبدالمنان خلیفہ صاحب

21 ستمبر 2014ء کو مکرم انجینئر عبدالمنان خلیفہ صاحب، پیس ویلیج سینٹر حلقہ 94 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

22 ستمبر کو مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مشنری پیل ریجن نے مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز مغرب کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 23 ستمبر کو مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب وعشاء ادا کرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

24 ستمبر کو میپل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم امیر صاحب ہی نے دعا کروائی۔

نماز جنازہ اور تدفین کے مواقع پر مقامی دوستوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شمولیت کی۔ ان کے علاوہ دور دراز شہروں سیسکاٹون، نواسکوشیاء، کیلگری اور بیرون ممالک پاکستان اور امریکہ سے آئے ہوئے اعزاء واقارب نے بھی شرکت کی۔

مرحوم نے پسماندگان میں چھ بیٹے مکرم میجر عبدالحفیظ خلیفہ صاحب پیس ویلیج سینٹر، مکرم عبدالباسط خلیفہ صاحب رچمنڈ ہل، مکرم عبدالسمیع خلیفہ صاحب پیس ویلیج، مکرم عبدالشکور خلیفہ صاحب کیلگری، مکرم عبدالحلیم خلیفہ صاحب سیسکاٹون، مکرم عبدالقدوس خلیفہ صاحب پیس ویلیج اور دو بیٹیاں محترمہ امۃ الباسط صاحبہ اہلیہ مکرم حبیب الرحمٰن درد صاحب وان ایسٹ، محترمہ امۃ الجمیل صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد صاحب بالٹی مور اور مرحوم کے دو بھائی مکرم ڈاکٹر عبدالمومن خلیفہ صاحب صدر جماعت احمدیہ سڈنی (نواسکوشیاء)، مکرم عبدالعزیز خلیفہ صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا اور دو ہمشیرہ محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ اہلیہ مکرم میجر چوہدری رحمت علی صاحب کیلگری اور محترمہ امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ مکرم ظفر اقبال قریشی صاحب نائب امیر جماعت اسلام آباد یادگار چھوڑے ہیں۔

ان کے علاوہ مرحوم کے اور بھی بہت سے اعزا واقارب کینیڈا میں مقیم ہیں۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت عبدالرحیم خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوم سیکرٹری جموں وکشمیر کے سب سے بڑے صاحبزادے اور مشہور صحابی حضرت خلیفہ نوردین جمونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ ایک ہونہار انجینئر، سیاح، مصنف، مؤرخ اور صحافی تھے۔ آپ باغ وبہار طبیعت کے مالک تھے۔ بلا کا حافظہ تھا۔ آخر وقت تک برصغیر کی تقسیم اور کشمیر کی تاریخ اور مختلف ممالک کے سفروں کے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے۔ علالت کے ایام میں بھی ملنے جلنے والوں کو پہچانتے تھے۔

ادارہ اس افسوسناک سانحہ کے موقع پر مکرم انجینئر عبدالمنان خلیفہ صاحب مرحوم کے تمام اعزا واقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

☆ محترمہ عطیہ نازلی ملک صاحبہ

24 ستمبر 2014ء کو محترمہ عطیہ نازلی ملک صاحبہ اہلیہ مکرم ملک شفیق احمد صاحب مرحوم مسس ساگا ساؤتھ حلقہ 69 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

26 ستمبر مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز جمعہ کے بعد محترمہ عطیہ نازلی ملک صاحبہ اور محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اسی روز جمعہ کے فوراً بعد محترمہ عطیہ نازلی ملک صاحبہ کی بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مشنری پیل ریجن نے دعا کروائی۔

مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم کاشف احمد ملک صاحب اور مکرم ذوالقرنین شفیق ملک صاحب مسس ساگا ساؤتھ حلقہ یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ

25 ستمبر 2014ء کو محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نصراللہ خاں ناصر صاحب، پیس ویلیج ویسٹ جماعت 68 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

26 ستمبر کو مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی روز جمعہ کے فوراً بعد نیشنل قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مشنری انچارج کینیڈا نے دعا کروائی۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر مکرم نصراللہ خاں ناصر صاحب (پاکستان) تین بیٹے مکرم مشرف ناصر چوہدری پیس ویلیج، مکرم طاہر احمد ناصر صاحب، مکرم تنویر چوہدری صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ نازیہ نصراللہ صاحبہ اور محترمہ شازیہ نصراللہ صاحبہ، پیس ویلیج جماعت یادگار چھوڑی ہیں۔

نماز جنازہ غائب

12 ستمبر 2014ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد بیت الاسلام میں مکرم مولانا صادق احمد صاحب مربی سلسلہ نے درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ محترمہ سلمیٰ پروین صاحبہ

31 اگست 2014ء کو محترمہ سلمیٰ پروین صاحبہ ربوہ 65 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ محترمہ صائمہ مصور صاحبہ اہلیہ مکرم لطف المنان صاحب ابن مکرم عبدالجبار صاحب مرحوم فضل ہسپتال کی والدہ محترمہ تھیں۔ اور مکرم لطف المنان صاحب پیس ویلیج نارتھ کی پھوپھی اور خوش دامن تھیں۔

☆ مکرم عبدالسلام صاحب

5 ستمبر 2014ء کو مکرم عبدالسلام صاحب کیلگری ویسٹ 32 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مکرم محمد نورالحق سالک صاحب کیلگری کے صاحبزادے تھے۔

☆ محترمہ امۃ السمیع راشدہ صاحبہ

3 ستمبر 2014ء کو محترمہ امۃ السمیع راشدہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا منصور احمد عمر صاحب مربی سلسلہ 62 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

6 ستمبر کو دفتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے احاطہ میں مکرم پروفیسر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم نصیر احمد چوہدری صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ مقامی نے دعا کروائی۔

14 ستمبر کو مکرم مولانا حافظ مجیب الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ نے مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم رضوان رشید چوہدری صاحب کی نماز جنازہ حاضر کے ساتھ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر مکرم مولانا منصور احمد عمر صاحب مربی سلسلہ ربوہ اور دو بیٹے مکرم ملک منظور احمد صاحب جرمنی، مکرم مولانا صباح الظفر عمر صاحب مربی سلسلہ وکالت اشاعت ربوہ اور تین بیٹیاں محترمہ امۃ الودود عائشہ صاحبہ اہلیہ مکرم ندیم احمد صاحب جرمنی، محترمہ امۃ الرؤوف عامرہ صاحبہ اہلیہ مکرم

فہیم احمد صاحب جرمنی اور محترمہ امۃ الحئ فائزہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا انیس احمد صاحب مربی سلسلہ جاپان یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ بہت سی خوبیوں کی مالکہ تھیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے فضلوں کا تذکرہ کرتیں۔ بچوں کی بہت عمدہ تربیت کی۔ آپ کی دو بیٹیاں عزیزہ عامرہ عمر چند ماہ کی عمر میں اور محترمہ ستارہ طلعت صاحبہ 21 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ ان صدموں کو آپ نے نہایت صبر سے برداشت کیا۔ آپ محترمہ امۃ الرفیق طاہرہ صاحبہ سابقہ صدر لجنہ اماء اللہ کینیڈا کی بڑی ہمشیرہ اور حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحبؓ خالد احمدیت کی صاحبزادی تھیں۔

ادارہ اس سانحہ کے موقع پر مرحومہ کے تمام اعزا و اقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

26 ستمبر کو 2014ء کو مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے نماز جمعہ کے بعد دو حاضر جنازوں کے ساتھ درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ مکرم ملک مبشر منظور صاحب

11 اگست 2014ء کو مکرم ملک مبشر منظور صاحب شیخوپورہ میں 62 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 15 اگست کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں مکرم مولانا مرزا احمد دین ناز صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مکرم مولانا طارق جاوید صاحب سابق امیر سیرالیون نے قبر تیار ہونے کے بعد دعا کروائی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم مکرم ملک خالد محمود صاحب امیر مقامی پیس ویلیج کے بڑے بھائی تھے۔

ادارہ اس سانحہ کے موقع پر مرحوم کے تمام اعزا و اقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

☆ مکرم سید خالد بن وقار صاحب

23 اگست 2014ء کو مکرم سید خالد بن وقار صاحب کراچی میں 51 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ محترمہ ثنا خالد صاحبہ، ایک بیٹا عزیزم فہیم خالد عمر 15 سال اور ایک بیٹی عزیزہ صبوحی خالدہ عمر 11 سال اور ان کے علاوہ والد محترم، والدہ محترمہ اور دو بھائی یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم سید طارق وقار صاحب، نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کے بھائی تھے۔

ادارہ اس سانحہ کے موقع پر مکرم سید خالد بن وقار صاحب کے تمام اعزا و اقارب سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

☆ محترمہ سیدہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ

3 ستمبر 2014ء کو محترمہ سیدہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ دوبئی میں 74 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ، مکرم سید منیر احمد شاہ صاحب، پیس ویلیج ویسٹ کی بھانجی تھیں۔

☆ مکرم ایاز محمود وڑائچ صاحب

13 ستمبر 2014ء کو مکرم ایاز محمود وڑائچ صاحب لاہور میں 30 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 18 ستمبر 2014ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ لواحقین میں بیوہ، آٹھ ماہ کی بیٹی اور دو بھائی مکرم عبداللہ سیف وڑائچ صاحب اور مکرم فراز محمود وڑائچ صاحب پیس ویلیج ساؤتھ یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم سہیل بابر گھمن صاحب

14 ستمبر 2014ء کو مکرم سہیل بابر گھمن صاحب سیالکوٹ میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ مکرم محمود احمد گھمن صاحب برایمپٹن کے بھائی اور مکرم کرنل فاروق احمد خالد صاحب بریمپٹن کے بھتیجے اور مکرم چوہدری معراج گھمن صاحب پیس ویلیج کے کزن تھے۔

☆ مکرم فتح شیر جوئیہ صاحب

18 ستمبر 2014ء کو مکرم فتح شیر جوئیہ صاحب سرگودہا میں 74 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ مکرم احمد شیر جوئیہ صاحب پیس ویلیج کے بھائی اور مکرم ملک مظفر خاں جوئیہ صاحب کے چچازاد بھائی تھے۔

احباب سے درخواست ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تمام مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ دے اور ان کے تمام لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

بقیہ از میرا گھر میری جنت

میری بیٹی اللہ کے فضل سے یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کر چکی ہے۔ ماشاء اللہ اچھی جاب کر رہی ہے اور اپنی زندگی سے بہت مطمئن ہے۔ یہاں آ کر مجھے اللہ نے ایک اور بیٹے سے نوازا جو بالکل تندرست ہے (الحمدللہ) وہ بھی تعلیم مکمل کر چکا ہے۔ بڑے بیٹے کی شادی کر دی ہے۔ بہو بھی بیٹی سا پیار اور عزت کرتی ہے۔ الحمدللہ میرے پیارے اللہ نے اب مجھے پوتا دیا ہے۔ اس دن میرے لبوں پر خوشی سے پروردگار کی حمد کے ترانے تھے جب میرے بیٹے نے میرا پوتا میری گود میں ڈالا اور کہا امی جان یہ آپ کا ''جواد'' ہے۔ (مڈل نام میرے پہلے بیٹے کے نام پر رکھا ہے)۔ اللہ کے فضل سے میرا یہ پوتا وقفِ نو کی بابرکت سکیم میں شامل ہے۔

جو کچھ میری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

آخر میں سب پڑھنے والوں سے دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ ہمیں اور ہماری اولاد کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں اور آنے والی نسلوں کو اسلام احمدیت کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین۔ ہمیں اپنی محبت اور تقویٰ کا بلند مرتبہ عطا فرمائے۔ اپنے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنائے۔ آمین۔ اور احمدیت کا یہ شجر لگانے کے لئے جو قربانی میں نے اور میرے والدین نے اللہ تعالیٰ کے فضل کی عطا کردہ توفیق سے دی تھی اس شجر کی جڑیں مضبوط ہوں۔ یہ پھولے پھلے، بڑا تناور درخت بن کر سایہ بھی دے اور اس جماعت کو میٹھے پھل بھی دے۔ اور ہم اس حالت میں اس کے حضور حاضر ہوں کہ وہ ہم سے راضی ہو۔ آمین اللّٰھمّ آمین۔

میرا اس بات پر یقین ہے کہ اگر انسان اللہ سے سچا تعلق قائم کر لے اور نیک نیتی سے اپنے حصے کے تمام فرائض صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے ادا کرتا جائے تو اللہ خود اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ اس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے ایسی ہی محبت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں اس کے اپنے محبوب بندوں میں شامل کرے۔ آمین۔ اور اپنے انعاموں کا وارث بنائے۔ آمین۔